حیدرآباد R.N.I.No.APURD/2013/54302 ہفتہ روزہ

فلک نما نیوز

FALAKNUMA NEWS

FALAKNUMA NEWS
Urdu Weekly Hyderabad
Editor In Chief: MOHD ATHER RAHEEM

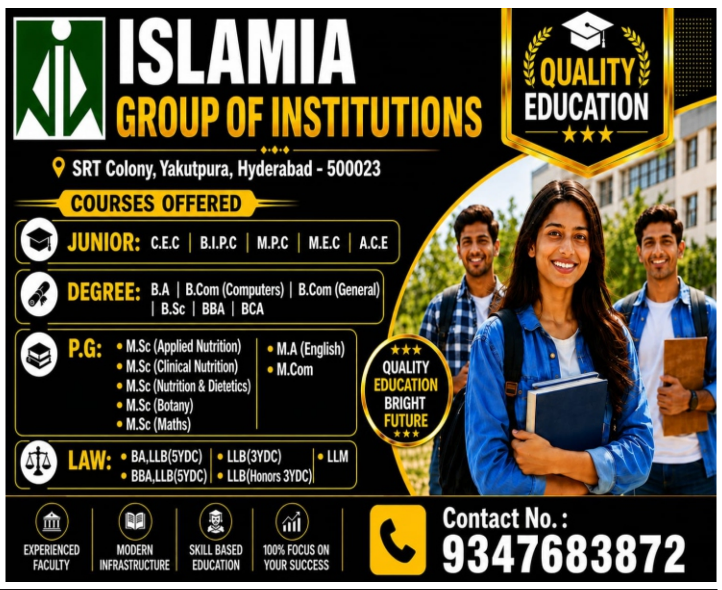

WEDNESDAY 14 OCTOBER 2026 VOLUME:14 ISSUE :38 Rs.2.00 PAGES 4

چہارشنبہ ۱۴/اکتوبر ۲۰۲۶ء ۲/جمادی الاول ۱۴۴۸ھ جلد (۱۴) شمارہ (۳۸) قیمت ایک روپیہ 4

تلنگانہ ہائی کورٹ کے سامنے ٹی پی سی لیگل سیل اور وکلاء کا احتجاج،

چیف الیکشن کمشنر گیانیش کمار سے استعفیٰ دینے کا مطالبہ

حیدرآباد: تلنگانہ پردیش کانگریس کمیٹی (ٹی پی سی سی) کے لیگل سیل (قانون، انسانی حقوق اور حق اطلاعات یعنی آر ٹی آئی شعبہ) کے ریاستی جنرل سکریٹری اور انچارج سوشل میڈیا، نیز حکومتِ تلنگانہ کی حیدرآباد وقف تحفظ و رابطہ کمیٹی کے رکن، ایڈوکیٹ مومن روشن ضمیر نے حیدرآباد میں تلنگانہ ہائی کورٹ کے گیٹ نمبر 6 پر ٹی پی سی سی لیگل سیل اور وکلاء کی جانب سے منعقدہ احتجاج میں شرکت کی۔ اس احتجاج میں چیف الیکشن کمشنر (سی ای سی) جناب گیانیش کمار سے فوری طور پر استعفیٰ دینے کا مطالبہ کیا گیا۔ یہ احتجاج پونم اشوک گوڑ صاحب، چیئرمین لیگل سیل–ٹی پی سی سی اور رکن، بار کونسل آف تلنگانہ، کی قیادت میں منعقد کیا گیا۔ اس میں ٹی پی سی سی لیگل سیل کے اراکین اور متعدد وکلاء نے شرکت کرتے ہوئے انتخابی شفافیت، مبینہ ''ووٹ چوری'' اور انتخابی فہرستوں کی خصوصی جامع نظرثانی (اسپیشل انٹینسیو ریویژن–SIR) کے معاملے پر اپنی تشویش کا اظہار کیا۔ احتجاجیوں نے ایس آئی آر کے عمل کو منسوخ کرنے کا مطالبہ کیا اور الیکشن کمیشن آف انڈیا سے اپیل کی کہ انتخابی عمل کو شفاف، غیر جانب دار، جواب دہ اور آئینی اصولوں کے مطابق یقینی بنایا جائے۔ انہوں نے کہا کہ انتخابی فہرستوں کی نظرثانی میں مبینہ بے ضابطگیوں اور اہل ووٹروں کے نام فہرستوں سے خارج کیے جانے کے خدشات کا منصفانہ اور فوری طور پر ازالہ کیا جانا چاہیے۔ احتجاج کے دوران وکلاء نے ''ووٹ چوری بند کرو''، ''ایس آئی آر کو رد کرو''، ''گیانیش کمار استعفیٰ دو'' اور ''گدی چھوڑو'' جیسے نعرے لگائے۔ ان نعروں کے ذریعے انہوں نے ان انتخابی طریقِ کار کی مخالفت کی جن پر انہوں نے اعتراضات اٹھائے، اور الیکشن کمیشن آف انڈیا سے جواب دہی کا مطالبہ دہرایا۔ احتجاج کی حمایت میں خطاب کرتے ہوئے ایڈوکیٹ مومن روشن ضمیر نے کہا کہ ہر اہل ووٹر کے آئینی اور جمہوری حقوق کا تحفظ بے حد ضروری ہے۔ انہوں نے زور دیتے ہوئے کہا کہ آزادانہ اور منصفانہ انتخابات ایک صحت مند جمہوریت کی بنیاد ہیں اور انتخابی حکام کو شفافیت، غیر جانب داری اور جواب دہی کے ذریعے عوام کا اعتماد برقرار رکھنا چاہیے۔ انہوں نے ووٹروں کے نام خارج کیے جانے اور انتخابی فہرستوں کی نظرثانی سے متعلق خدشات کو دور کرنے کی ضرورت پر بھی روشنی ڈالی، تاکہ کسی بھی اہل شہری کو اپنے حقِ رائے دہی کے استعمال کے موقع سے محروم نہ ہونا پڑے۔ وکلاء نے کہا کہ انتخابی اصلاحات اور ووٹر فہرستوں کی نظرثانی کا عمل منصفانہ، شفاف اور قانونی طور پر جواب دہ انداز میں انجام دیا جانا چاہیے۔ ہر اہل شہری کے حقِ رائے دہی کے تحفظ کے لیے مناسب حفاظتی اقدامات بھی کیے جانے چاہئیں۔ انہوں نے سیاسی نمائندوں، وکلاء اور عوام کی جانب سے اٹھائے گئے خدشات پر مؤثر کارروائی کرنے کا مطالبہ کیا۔ اس احتجاج کے ذریعے ٹی پی سی سی لیگل سیل نے آئینی اقدار، جمہوری جواب دہی، انتخابی شفافیت اور شہریوں کے بنیادی حقِ رائے دہی کے تحفظ کے تئیں اپنی وابستگی کا اظہار کیا۔ شرکاء نے چیف الیکشن کمشنر گیانیش کمار کے استعفیٰ اور ایس آئی آر کے عمل کی منسوخی کا مطالبہ ایک بار پھر دہرایا اور انتخابی نظام پر عوام کے اعتماد کو مضبوط بنانے کے لیے مؤثر اقدامات کرنے کی اپیل کی۔ احتجاج میں شرکت کرنے والے افراد: وینکٹیشور ریڈی، ای۔ دیوا، مومن روشن ضمیر، پی۔ گنیش، رتنا ریڈی، راج کمار، عنایت اللہ، پربھاکر، خواجہ نصیر الدین، اروند، ستیہ نارائنا، باکا سمپت، سنتوش، مجتبیٰ، شعیب، عمر، نشرہ، حمزہ، زوہا اور ٹی پی سی سی لیگل سیل کے دیگر اراکین و وکلاء نے اس احتجاج میں شرکت کی۔

-انسانی حقوق پر عالمی مضمون

عنوان: بھارت بہار کے انسانی حقوق ایکٹوسٹ مصنف مفکر عرفان جامیہ والا نے اٹھایا بڑا سوال-

بھارت میں مسلمانوں کے ساتھ انسانی حقوق کی پامالی

دنیا کے سارے حقوق میں سب سے آگے انسانی حقوق ہے۔ جب انسان کا حق ہی نہیں بچا تو انسان کا وجود ہی کیسا؟ بہار میں انسانی حقوق کی خلاف ورزی کا جو رپورٹ کارڈ سامنے آیا ہے - پولیس کے خلاف 35902 معاملے، جیل حراست میں موت 4311، پولیس لاک اپ میں موت 238، عورتوں کے خلاف 8899 جرم- یہ صرف نمبر نہیں، یہ چیخ ہے۔ میں عرفان جامیہ والا، بہار کا بیٹا، آج دنیا سے پوچھتا ہوں- ذات، دھرم، رنگ، لنگ بھید سب کو پیچھے چھوڑ کر سب سے پہلے انسان کے حق کی حفاظت کرو۔ آج ہندوستان میں مسلمانوں کے ساتھ جو ہو رہا ہے- موب لنچنگ، بلڈوزر انصاف، جیل میں موت، بولنے پر UAPA - کیا یہ انسانی حقوق کا قتل نہیں ہے؟ انسان جب اپنا فرض بھول جاتا ہے، تب ہی انسانی حقوق پامال ہوتے ہیں۔ اس لیے ہمیں نفرت کا سوئچ آف اور انسانیت کا سوئچ آن کرنا ہوگا۔ عرفان جامیہ والا

ریاض ائرپورٹ پر حوثیوں کے حملے میں حیدرآباد کے یوسف علی جاں بحق

دولڑکے زخمی۔ اہلیہ اور ایک دختر محفوظ۔ ادائیگی عمرہ کیلئے جانے افراد خاندان کے ساتھ ائرپورٹ پہونچے تھے

حیدرآباد : سعودی عرب کے دارالحکومت ریاض کے کنگ خالد انٹرنیشنل ایئرپورٹ پر حوثیوں کے میزائل حملہ میں شہر حیدرآباد سے تعلق رکھنے والا ایک سافٹ ویر انجینئر ہلاک ہوگیا جبکہ ان کے دو بچے شدید زخمی ہوگئے۔ تفصیلات کے مطابق 45 سالہ آئی ٹی انجینئر محمد یوسف علی جن کا تعلق شہر کے علاقہ مہدی پٹنم سے ہے اور وہ گریس پیراڈائز اپارٹمنٹ کے مقیم تھے۔ یوسف علی گزشتہ 10 سال سے ریاض میں آئی ٹی انجینئر کی حیثیت سے برسر خدمت تھے اور 10 دن قبل اپنی بیوی اور بچوں کو عمرہ کیلئے سعودی عرب بلایا تھا۔ عمرہ کیلئے روانگی کی نیت سے یوسف علی ان کی اہلیہ اور 3 بچے ریاض کے کنگ خالد انٹرنیشنل ایئرپورٹ پہنچ کر مدینہ فلائٹ کیلئے لاؤنج میں انتظار کر رہے تھے کہ حوثیوں کا میزائل حملہ ہوا اور لاؤنج کا ملبہ یوسف علی اور ان کے افراد خاندان پر گر پڑا۔ اس حادثہ میں یوسف علی شدید زخمی ہوگئے اور ان کے دو بچے بھی زخمی ہونے کے نتیجہ میں انہیں ریاض کے سلمان حبیب ہاسپٹل منتقل کیا گیا تھا۔ ذرائع نے بتایا کہ یوسف علی کے علاج کے دوران دونوں پیر کاٹ دیئے گئے تھے اور سر پر بھی گہرا زخم آیا تھا جس کے نتیجہ میں انہیں وینٹی لیٹر پر رکھا گیا تھا اور آج وہ علاج کے دوران جاں بحق ہوگئے۔ اسی حملے میں زخمی ان کے دو بیٹے 18 سالہ امان جو بنجارہ ہلز کے مفخم جاہ انجینئرنگ کالج میں داخلہ لیا تھا جبکہ ان کا ایک اور بیٹا 15 سالہ وسیع جو حافظ قرآن ہے دونوں زخمی ہوگئے۔ اس حملے میں یوسف علی کی اہلیہ سمیرا اور 11 سالہ دختر مریم جو مہدی پٹنم سینٹ اینس اسکول کی چھٹی جماعت کی طالبہ ہے محفوظ رہے۔ یوسف علی کے حوثیوں کے حملے میں جاں بحق ہونے اور دو بیٹے شدید زخمی ہونے پر حیدرآباد میں مقیم ان کے افراد خاندان میں غم کی لہر دوڑ گئی اور مہدی پٹنم کے اپارٹمنٹ میں لوگ غم زدہ ہوگئے۔ اکبر ہاشمی جو گریس پیراڈائز اپارٹمنٹ کے مالک ہیں نے سیاست نیوز کو بتایا کہ یوسف علی نے دیڑھ سال قبل ان کے اپارٹمنٹ کے فلیٹ نمبر 202 حاصل کیا تھا، یوسف علی سعودی عرب میں ملازمت کرتے تھے جبکہ ان کے افراد خاندان مذکورہ فلیٹ میں مقیم تھا۔ تدفین سے متعلق تفصیلات کا انتظار ہے۔

جاپان کے ہیروشیما کیساتھ مختلف شعبہ جات میں باہمی تعاون، تلنگانہ حکومت کی مساعی

چیف سکریٹری سے ہیروشیما کے وفد کی ملاقات، گلوبل سمٹ میں شرکت کی دعوت

حیدرآباد۔ چیف سکریٹری سنجے جاجو نے تلنگانہ اور جاپان کے ہیروشیما کے درمیان سرمایہ کاری کے فروغ کے علاوہ صنعتی ترقی، اسکل ڈیولپمنٹ اور روزگار کے مواقع میں باہمی تعاون کی ضرورت پر زور دیا۔ انہوں نے کہا کہ دونوں علاقوں کے درمیان مذکورہ شعبہ جات میں تعاون کے بہتر امکانات موجود ہیں۔ سنجے جاجو نے ہیروشیما کے سرکاری وفد سے سکریٹریٹ میں ملاقات کی اور دونوں علاقوں میں تعاون پر بات چیت کی۔ اس موقع پر وزیر لیبر ڈاکٹر ویویک وینکٹ سوامی موجود تھے۔ چیف سکریٹری نے تلنگانہ میں ترقی کے لئے حکومت کی ترجیحات اور معاشی ترقی کیلئے حکومت کے منصوبوں سے واقف کرایا۔ انہوں نے کہا کہ تلنگانہ کے کئی شعبہ جات میں سرمایہ کاری کے بہتر مواقع موجود ہیں۔ چیف سکریٹری نے بتایا کہ کیور اربن ریجن کے تحت اربن انفراسٹرکچر کو ترقی دی جارہی ہے۔ پیور اربن ریجن میں شہر کے اطراف کے علاقوں میں صنعتی اور معاشی ترقی کا منصوبہ تیار کیا گیا ہے۔ دیہی علاقوں پر مبنی ریر ریجن میں زرعی سرگرمیوں کے فروغ پر توجہ دی جارہی ہے۔ آوٹر رنگ روڈ سے دیگر علاقوں کو مربوط کرتے ہوئے صنعتی اور تجارتی سرگرمیوں میں اضافہ کیا گیا۔ انہوں نے ینگ انڈیا اسکل یونیورسٹی اور ڈیجیٹل انفراسٹرکچر پر مبنی ڈیٹا سنٹر کے قیام سے واقف کرایا۔ انہوں نے کہا کہ 2047 تک ریاست کی معیشت کو تین ٹریلین ڈالر تک ترقی دینے کا منصوبہ ہے۔ تلنگانہ حکومت جاپان کے اداروں کے ساتھ اشتراک میں دلچسپی رکھتی ہیں۔ چیف سکریٹری نے ہیروشیما کے وفد کو ڈسمبر میں منعقد ہونے والے تلنگانہ گلوبل سمٹ میں شرکت کی دعوت دی۔ گلوبل سمٹ کے ذریعہ جاپانی کمپنیوں اور تلنگانہ حکومت کے درمیان سرمایہ کاری اور دیگر شعبہ جات میں تعاون میں مدد ملے گی۔ پرنسپل سکریٹری تعلیم یوگیتا رانا، کمشنر سیول سپلائیز اسٹیفن رویندرا، کمشنر جی ایچ ایم سی آر وی کرنن، مینجنگ ڈائرکٹر انڈسٹریل انفراسٹرکچر کارپوریشن شیشا نگ اور دیگر عہدیداروں نے شرکت کی۔

میٹرو ریل اور آرٹی سی کے مشترکہ پاس کی قیمتوں پر نظر ثانی کی جائے گی: پونم پربھاکر

مسافرین پر مالی بوجھ ڈالنا مقصد نہیں، حیدرآباد میں پبلک ٹرانسپورٹ کو عوام دوست بنانے کی کوشش کی جارہی ہے

حیدرآباد: ریاستی وزیر ٹرانسپورٹ پونم پربھاکر نے انکشاف کیا ہے کہ ریاستی حکومت نے حال ہی میں شروع کئے گئے 'میٹرو ریل، آرٹی سی بسوں' کے کامن پاس چارجس پر از سرنو غور کیا جائے گا۔ وزیر ٹرانسپورٹ نے واضح کیا کہ کامن پاس کی موجودہ قیمتوں کو زیادہ قرار دیتے ہوئے عوام اور مسافرین کی جانب سے شکایتیں موصول ہورہی ہیں جس کے تناظر میں حکومت نے عوامی سہولت اور مالی راحت کو ترجیح دیتے ہوئے سستی قیمتوں کے تعین پر کام شروع کردیا ہے۔ فی الوقت شہر میں جاری کردہ آرٹی سی اور میٹرو ریل کے مشترکہ چارجس کو عام مسافر پر ایک بڑا معاشی بوجھ تصور کررہے ہیں۔ یومیہ کامن پاس کی قیمت 400 روپئے ہے جس میں میٹرو ریل کا حصہ 300 روپئے اور آرٹی سی بس کا حصہ 100 روپئے ہے۔ اس طرح ماہانہ کی قیمت 8500 روپئے ہے جس میں میٹرو ریل کا حصہ 7000 روپئے اور آرٹی سی بس کا حصہ 1500 روپئے ہے۔ وزیر ٹرانسپورٹ پونم پربھاکر نے بتایا کہ ڈپٹی چیف منسٹر بھٹی وکرامارک کی خصوصی ہدایات کی روشنی میں اس معاملہ کو ترجیحی بنیادوں پر غور کیا جارہا ہے۔ انہوں نے اعلان کیا کہ بہت جلد دونوں محکموں ٹی جی ایس آرٹی سی اور حیدرآباد میٹرو ریل کے سینئر عہدیداروں اور اسٹیک ہولڈرس کے ساتھ ایک اعلیٰ سطحی میٹنگ منعقد کی جائے گی تاکہ قیمتوں پر نظرثانی کرنے کا جائزہ لیا جاسکے۔ پونم پربھاکر نے کہا کہ حکومت کا بنیادی مقصد مسافرین پر اضافی بوجھ ڈالنا ہرگز نہیں ہے بلکہ ہم پبلک ٹرانسپورٹ سسٹم کو مزید مضبوط، مربوط اور عوام دوست بنانا چاہتے ہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ میٹرو ریل اور آرٹی سی بسوں کی خدمات استعمال کرسکیں۔

ہندوستان کے مسلمانوں کے رہنما، سماجی کارکن اور مصنف عرفان جامیاوالا نے اٹھایا اہم سوال

دلت مسلمانوں اور دلت عیسائیوں کو درج فہرست ذاتوں کا درجہ دینے کے معاملے پر نظر ثانی کا مطالبہ؛ کانگریس کے تاریخی کردار اور آئینی مساوات پر سنجیدہ بحث کی اپیل

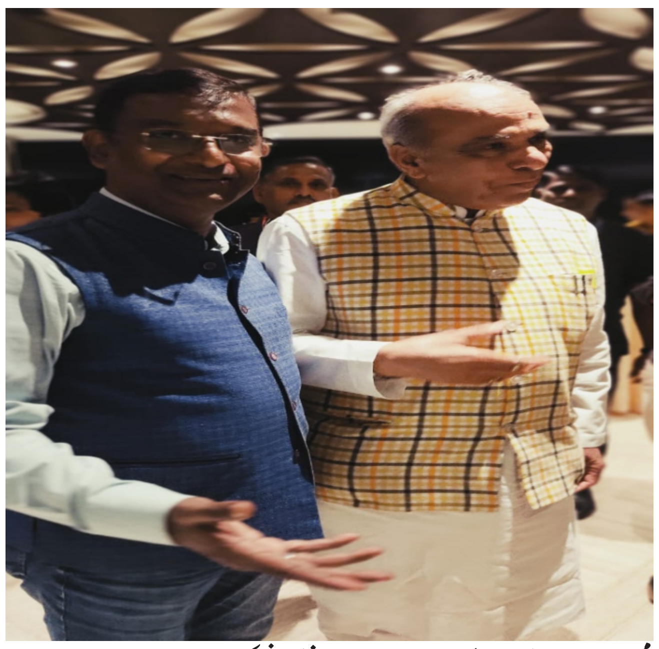

ممبئی: پسماندہ مسلمانوں کے حقوق اور سماجی انصاف کے مسئلے کو اٹھاتے ہوئے سماجی کارکن، مصنف اور سماجی و سیاسی امور کے کارکن عرفان جامیاوالا نے دلت مسلمانوں اور دلت عیسائیوں کو درج فہرست ذاتوں (CastesScheduled) کا درجہ دیے جانے سے متعلق موجودہ نظام پر سنجیدہ نظرثانی کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہندوستان کا آئین مساوات، انصاف، آزادی اور اخوت کے اصولوں پر قائم ہے۔ ایسے میں یہ سوال اہم ہے کہ اگر کسی برادری کی تاریخی سماجی محرومی اور ذات پات پر مبنی امتیاز کی صورتِ حال دوسری محروم برادریوں سے ملتی جلتی ہو، تو اس کی آئینی اہلیت کا تعین کن بنیادوں پر کیا جانا چاہیے؟ کانگریس کے تاریخی کردار پر سوال عرفان جامیاوالا نے کہا کہ آزادی کے بعد طویل عرصے تک مرکزی حکومت کی قیادت کرنے والی کانگریس سمیت تمام سیاسی جماعتوں کے کردار کا غیر جانب دارانہ جائزہ لیا جانا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ 1950 کے صدارتی حکم نامے اور اس کے بعد ہونے والی ترامیم کا جائزہ لیتے ہوئے یہ سوال اٹھانا ضروری ہے کہ جب سکھ اور بدھ برادریوں کو درج فہرست ذاتوں کے دائرے میں شامل کیا گیا، تو متعلقہ مسلم اور عیسائی برادریوں کو وہی اہلیت کیوں نہیں دی گئی؟ ان کے مطابق، سماجی انصاف اور سیکولرازم کی بات کرنے والی سیاسی جماعتوں کو اس معاملے پر اپنی پالیسیوں اور تاریخی فیصلوں کی وضاحت عوام کے سامنے کرنی چاہیے۔ آئین کے آرٹیکل 14، 15، 16 اور 25 پر بحث ضروری جامیاوالا نے کہا کہ آئین کا آرٹیکل 14 قانون کے سامنے مساوات، آرٹیکل 15 امتیاز کی ممانعت، آرٹیکل 16 سرکاری ملازمتوں میں مواقع کی مساوات اور آرٹیکل 25 مذہبی آزادی سے متعلق ہے۔ انہوں نے سوال اٹھایا کہ درج فہرست ذاتوں کی اہلیت کو مذہب سے منسلک کرنے والے نظام کا ان آئینی اصولوں کی روشنی میں غیر جانب دارانہ جائزہ کیوں نہیں لیا جانا چاہیے؟ تاہم، انہوں نے اس بات کی اہمیت بھی واضح کی کہ اس معاملے پر کوئی حتمی قانونی نتیجہ اخذ کرنے کے لیے عدالتی فیصلوں، قانون سازی کی تاریخ اور متعلقہ سماجی حالات کا تفصیلی مطالعہ ضروری ہے۔ پسماندہ مسلمانوں کے لیے منصفانہ پالیسی کی ضرورت عرفان جامیاوالا کے مطابق، مسلم معاشرے کے اندر موجود سماجی اور معاشی عدم مساوات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ پسماندہ برادریوں کی تعلیم، روزگار، آمدنی، روایتی پیشوں اور سماجی امتیاز کی حقیقی صورتِ حال جاننے کے لیے شفاف اور شواہد پر مبنی مطالعہ کرایا جانا چاہیے۔ انہوں نے تجویز پیش کی کہ دلت مسلمانوں اور دلت عیسائیوں کو درج فہرست ذاتوں کا درجہ دینے کے مسئلے پر قومی سطح پر سنجیدہ بحث کی جائے، متعلقہ سرکاری فیصلوں کو عوام کے سامنے لایا جائے اور تمام سیاسی جماعتیں اپنی پالیسی واضح کریں۔ حکومت اور سیاسی جماعتوں سے جواب دہی کا مطالبہ جامیاوالا نے کہا کہ اس مسئلے کو محض سیاسی الزام تراشی تک محدود نہیں رکھنا چاہیے۔ پارلیمنٹ، حکومت، سماجی انصاف سے متعلق کمیشنوں اور عدلیہ کی سطح پر اس کے آئینی اور قانونی پہلوؤں کا جائزہ لیا جانا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ سماجی انصاف کا مطلب صرف کسی طبقے کو سہولت فراہم کرنا نہیں، بلکہ تاریخی طور پر محروم لوگوں کے مطالبات پر غیر جانب داری اور یکساں حساسیت کے ساتھ غور کرنا بھی ہے۔ عرفان جامیاوالا کے مطابق، آئین میں درج مساوات کی روح کو مضبوط بنانے کے لیے ضروری ہے کہ دلت مسلمانوں اور دلت عیسائیوں کی سماجی محرومی سے متعلق سوالات پر حقائق، شواہد اور آئینی اصولوں کی بنیاد پر سنجیدہ بحث کی جائے۔

عرفان جامیاوالا

حسین ساگر سے 'اُڑان' پر کاشم بیارج پر لینڈنگ، سمندری طیارے کی تجویز

دونوں ریاستوں کے درمیان خدمات کا منصوبہ، ایرپورٹس اتھاریٹی آف انڈیا کی ٹیم نے ٹینک بنڈ کا معائنہ کیا

حیدرآباد : 12 اکتوبر (سیاست نیوز) دونوں تلگو ریاستوں تلنگانہ اور آندھراپردیش کے درمیان سیاحت اور حمل و نقل کو ایک منفرد اور یادگار بلندی دینے کیلئے انقلابی منصوبہ بندی اپنے آخری اور اہم مرحلے میں داخل ہوگئی ہے۔ حیدرآباد کے تاریخی حسین ساگر کے پانی سے ''سی پلین'' سمندری طیارہ میں اُڑان بھر کر وجئے واڑہ کے پرکاشم بیاریج پر اترنے کے خواب کو حقیقت میں بدلنے کیلئے مرکزی اور ریاستی حکومتیں تیز رفتاری سے کام کررہی ہیں۔ حیدرآباد سے وجئے واڑہ کے درمیان سڑک، ریل اور روایتی ہوائی راستے پہلے سے موجود ہیں لیکن پانی اور آسمان کے اس سنگم پر مبنی سی پلین سرویس شہریوں اور غیر ملکی سیاحوں کیلئے ایک بالکل نیا اور سنسنی خیز تجربہ ثابت ہوگا۔ تلنگانہ کانگریس حکومت کی نئی سیاحتی پالیسی کے تحت ریاست میں بین الاقوامی سرمایہ کاری اور سیاحت کو راغب کرنے کی کوششیں جاری ہیں۔ رواں سال جولائی میں چیف منسٹر ریونت ریڈی نے اپنے دورہ دہلی کے دوران مرکزی وزیر شہری ہوابازی کے رام موہن نائیڈو سے ملاقات کی تھی جس میں حسین ساگر اور پرکاشم بیاریج کے درمیان سمندری طیارہ سرویس شروع کرنے کی تجویز پر تفصیلی تبادلہ خیال کیا گیا تھا۔ مرکزی وزارت ہوابازی کی ہدایت پر ایرپورٹس اتھاریٹی آف انڈیا ریاستی محکمہ سیاحت اور حیدرآباد میٹروپولیٹن ڈیولپمنٹ اتھاریٹی کی مشترکہ ٹیم نے حسین ساگر کا مکمل معائنہ کرلیا ہے۔ سروے کے دوران تکنیکی پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا جس میں حسین ساگر میں واٹر باڈی کا کونسا حصہ طیارہ کے اترنے اور پرواز بھرن کیلئے سب سے زیادہ محفوظ ہے۔ جھیل میں واٹر ٹیکسیوے کے امکانات کا جائزہ لیا گیا۔ مسافرین کی آمد و رفت، ویٹنگ لاؤنج اور بورڈنگ کیلئے جٹی اور پائیدار ٹرمنل سہولیات کہاں قائم کی جاسکتی ہیں۔ (AAI) ماہرین کی ٹیم جلد ہی تمام سائنسی و تکنیکی ڈیٹا پر مبنی جامع رپورٹ مرکزی حکومت کو پیش کرنے والی ہے جس کی منظوری کے بعد پائلٹ پراجکٹ اور ٹرمنل کی تعمیر کا کام شروع ہوگا۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ یہ سرویس نہ صرف حمل و نقل کی دنیا میں ایک انقلابی پیشرفت ثابت ہوگی بلکہ اس سے دونوں ریاستوں کے درمیان مذہبی اور تاریخی سیاحت کو زبردست فروغ ملے گا۔

استعفیٰ سے کیا نظام بدل جائے گا؟

گیانیش کمار کے خلاف تحریک، حزب اختلاف کی حکمت عملی اور تبدیلی کا اصل معیار

ڈاکٹر سید تابش امام

چیف الیکشن کمشنر گیانیش کمار کے خلاف کانگریس اور اس کی اتحادی جماعتوں کے ذریعہ دہلی کے جنتر منتر سے شروع کی گئی تحریک کی چنگاری متعدد ریاستوں تک پہنچ چکی ہے۔ اس تحریک میں راہل گاندھی اور پرینکا گاندھی سمیت حزب اختلاف کے دو سو سے زائد ارکان پارلیمنٹ شریک ہیں۔ نوجوانہ نیہا بورا سمیت طلبہ کی تنظیم سی جے پی بھی اپنی تنظیموں کے ساتھ احتجاج میں شامل ہیں۔ تحریک کے اہم مطالبات میں گیانیش کمار کا استعفیٰ اور ووٹر فہرستوں کی خصوصی جامع نظرثانی، یعنی ایس آئی آر، کی مخالفت شامل ہے۔ حزب اختلاف کا الزام ہے کہ ایس آئی آر کے غیر منصفانہ طریقۂ کار سے لاکھوں ووٹروں کے نام ووٹر لسٹ سے حذف ہونے سے ان کے حقوق متاثر ہوئے ہیں، یہ الگ بات ہے کہ الیکشن کمیشن اپنے طریقۂ کار کا دفاع کرتا رہا ہے۔ اس تحریک کے تناظر میں ایک بنیادی سوال ذہن میں آتا ہے: کیا کسی عہدے دار کے استعفیٰ سے وہ نظام بدل جاتا ہے جس کے خلاف احتجاج کیا جا رہا ہو؟ بظاہر کسی بااثر شخصیت کا عہدہ سے ہٹایا جانا تحریک کاروں کے لیے بڑی کامیابی ہوتی ہے۔ اس سے ان کے حوصلے بلند ہوتے ہیں اور انہیں یہ کہنے کا موقع ملتا ہے کہ عوامی دباؤ نے اپنا اثر دکھایا۔ لیکن اگر کسی شخص کے جانے کے بعد بھی نظام کا طریقۂ کار وہی رہے تو کیا اسے مکمل کامیابی کہا جا سکتا ہے؟

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ الیکشن کمیشن نے ایس آئی آر مہم کی شروعات بہار اسمبلی انتخابات سے عین قبل کی تھی۔ بہار اسمبلی انتخابات سے قبل شروع ہونے والی اس مہم کے دوران حزب اختلاف کو جس سنجیدگی اور یکجہتی کے ساتھ اس معاملے کو اٹھانا چاہیے تھا، اس کا فقدان محسوس ہوا۔ عدالتی چارہ جوئی ضرور کی گئی، لیکن ملک گیر سطح پر عوامی بیداری اور مسلسل سیاسی دباؤ پیدا کرنے کی کوششیں نسبتاً دیر سے تیز ہوئیں۔ اب کانگریس اور اس کے اتحادیوں نے تحریک کو رفتار دی ہے تو یہ سوال بھی اہم ہے کہ کیا یہ جدوجہد صرف گیانیش کمار کے استعفیٰ تک محدود رہے گی یا انتخابی نظام میں اصلاحات کے لیے بھی کوئی واضح لائحۂ عمل سامنے آئے گا؟ دیر سے ہی سہی، حزب اختلاف نے انتخابی عمل اور الیکشن کمیشن کے کردار پر سوالات اٹھانے کے لیے عوامی احتجاج کا راستہ اختیار کیا ہے۔ جمہوریت میں ایسے سوالات اٹھانا اور آئینی اداروں سے جواب طلب کرنا حزب اختلاف کا حق بھی ہے اور ذمہ داری بھی۔ لیکن احتجاج کی معنویت میں اس وقت اضافہ ہو جاتا ہے جب اس کے مطالبات واضح ہوں اور ان کے حصول کے لیے مستقل کوشش کی جائے۔ محض استعفیٰ کا مطالبہ کرنے سے یہ طے نہیں ہو جاتا کہ مسئلے کی بنیادی وجوہ بھی دور ہو جائیں گی۔ ممکن ہے کہ گیانیش کمار کے خلاف جاری تحریک کے نتیجے میں وہ اپنے عہدے سے مستعفی ہو جائیں۔ حزب اختلاف اسے اپنی کامیابی قرار دے۔ لیکن اس کے بعد اصل امتحان شروع ہوگا۔ کیا ووٹر فہرستوں کی نظرثانی کے طریقۂ کار میں تبدیلی آئے گی؟ کیا کسی اہل ووٹر کا نام فہرست سے خارج ہونے کی شکایت کا بروقت ازالہ ممکن ہوگا؟ کیا ووٹروں کو اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے زیادہ آسان اور شفاف طریقہ میسر آئے گا؟ اور کیا الیکشن کمیشن کے فیصلوں پر عوام کا اعتماد مضبوط ہوگا؟ اگر ان سوالات کا جواب نہیں ملتا تو صرف ایک عہدے دار کے تبدیلی سے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے گزشتہ دنوں دہلی کے جنتر منتر پر طلبہ اور نوجوانوں کی کاکروچ جنتا پارٹی (سی جے پی) کی تحریک کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ نیٹ امتحان کے پرچے افشا ہونے اور امتحانی نظام میں بے ضابطگیوں کے خلاف طلبہ نے دہلی کے جنتر منتر پر طویل احتجاج کیا۔ اس تحریک میں مرکزی وزیر تعلیم دھرمیندر پردھان کا استعفیٰ بنیادی مطالبات میں شامل تھا۔ 25 جولائی 2026 کو دھرمیندر پردھان نے اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیا۔ ان کے استعفیٰ کے بعد سی جے پی نے حکومت کی جانب سے بعض مطالبات پر یقین دہانیوں کے بعد اپنا احتجاج ختم کرنے کا اعلان کیا۔ تحریک سے وابستہ نوجوانوں نے اسے اپنی کامیابی قرار دیا۔ طلبہ کی اس تحریک سے یہ بات ضرور سامنے آئی کہ منظم احتجاج اور مسلسل عوامی دباؤ کسی حکومت کو اہم فیصلے پر مجبور کر سکتا ہے۔ لیکن یہاں بھی ایک سوال باقی رہتا ہے کہ وزیر تعلیم کے استعفیٰ سے کیا امتحانی نظام کی تمام خامیاں دور ہو گئیں؟ کیا آئندہ امتحانات میں پرچوں کے افشا کا خطرہ ختم ہو گیا؟ کیا طلبہ کو یہ یقین دہانی مل گئی کہ ان کی محنت، وقت اور مستقبل کسی انتظامی کوتاہی کی نذر نہیں ہوں گے؟ ان سوالات کا جواب صرف استعفیٰ کی بنیاد پر نہیں دیا جا سکتا۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ امتحانی نظام میں ہونے والی اصلاحات اور ان کے نتائج کا جائزہ لیا جائے۔ یہی وہ نکتہ ہے جسے اکثر سیاسی تحریکوں میں نظرانداز کر دیا جاتا ہے۔ کسی عہدے دار کا استعفیٰ ایک واقعہ ہے، جب کہ نظام میں تبدیلی ایک مسلسل عمل۔ پہلے کا تعلق کسی فرد کے منصب سے ہے، دوسرے کا تعلق ان اصولوں اور طریقۂ کار سے ہے جن کے تحت ادارے کام کرتے ہیں۔ اگر کسی وزیر کی جگہ دوسرا وزیر آجائے، لیکن پالیسیوں اور انتظامی طریقۂ کار میں کوئی بنیادی تبدیلی نہ ہو تو عوام کو درپیش مسائل برقرار رہ سکتے ہیں۔ اسی طرح کسی آئینی ادارے کے سربراہ کی تبدیلی سے بھی اس ادارے کے کام کرنے کا انداز لازماً نہیں بدلتا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ استعفیٰ غیر اہم ہے یا اس کے مطالبے کی کوئی معنویت نہیں۔ بعض حالات میں کسی عہدے دار کی جواب دہی طے کرنے اور عوامی اعتماد بحال کرنے کے لیے اس کا عہدہ چھوڑنا ضروری ہو سکتا ہے۔ لیکن استعفیٰ مسئلے کا آخری حل اسی وقت بن سکتا ہے جب اس کے ساتھ ان وجوہ کو بھی دور کیا جائے جن کی بنا پر احتجاج کی نوبت آئی۔ ورنہ ایک شخص کی جگہ دوسرا شخص آجائے گا اور کچھ عرصے بعد وہی شکایات دوبارہ سامنے آ سکتی ہیں۔ حکومت اور سرکاری محکمے کسی ایک فرد کے ذریعے نہیں چلتے۔ ان کے پیچھے ضابطے، پالیسیاں، انتظامی ڈھانچہ اور فیصلے کرنے کا ایک متعین طریقۂ کار ہوتا ہے۔ عہدے دار ان ضابطوں کے تحت کام کرتے ہیں، اگرچہ ان کے فیصلے اور طرز عمل بھی اداروں کی کارکردگی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس لیے کسی شخص کی ذمہ داری طے کرنا اور نظام کی خامیوں کو دور کرنا، دونوں ضروری ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کو نظرانداز کرنے سے مسئلے کا مکمل حل ممکن نہیں۔ الیکشن کمیشن کے معاملے میں بھی اصل ضرورت یہی ہے کہ انتخابی عمل پر اٹھنے والے سوالات کا واضح جواب دیا جائے۔ اگر ووٹر فہرستوں کی نظرثانی کے دوران کسی شہری کا نام غلط طور پر خارج ہوتا ہے تو اس کی اصلاح کا مؤثر طریقہ ہونا چاہیے۔ اگر کسی ووٹر کو اپنی شہریت، شناخت یا اندراج سے متعلق دستاویزات پیش کرنے میں دشواری ہوتی ہے تو اس کے لیے مناسب رہنمائی اور شکایت کے ازالے کا نظام موجود ہونا چاہیے۔ اسی طرح انتخابی عمل سے متعلق فیصلوں اور ضابطوں میں شفافیت ہونی چاہیے، تاکہ عوام کو اپنے حق رائے دہی کے تحفظ کے لیے غیر ضروری مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ حزب اختلاف اگر ان مسائل کو اپنی تحریک کا مرکزی حصہ بناتی ہے تو اس کی جدوجہد ایک فرد کے استعفیٰ سے آگے بڑھ سکتی ہے۔ اسے یہ واضح کرنا ہوگا کہ ایس آئی آر کے کس طریقۂ کار میں تبدیلی درکار ہے، ووٹر فہرستوں سے متعلق شکایات کا ازالہ کیسے ہونا چاہیے اور انتخابی ادارے کی جواب دہی کو کس طرح مؤثر بنایا جا سکتا ہے۔ ان سوالات کے جواب ہی تحریک کو ایک واضح سمت دے سکتے ہیں۔ اس کے برعکس، اگر تمام توجہ صرف گیانیش کمار کو عہدے سے ہٹانے پر مرکوز رہی تو ممکن ہے کہ اصل مسئلہ پس منظر میں چلا جائے۔ یہ ذمہ داری صرف حزب اختلاف کی نہیں، بلکہ حکومت اور متعلقہ اداروں کی بھی ہے۔ جمہوری نظام میں عوام کے خدشات کو محض سیاسی مخالفت سمجھ کر نظرانداز کرنا مناسب نہیں۔ اگر کسی پالیسی یا انتظامی عمل پر سنجیدہ اعتراضات اٹھتے ہیں تو ان کا جواب دلیل، شفافیت اور عملی اقدامات کے ذریعے دیا جانا چاہیے۔ اسی طرح حزب اختلاف کو بھی چاہیے کہ وہ الزامات کے ساتھ قابل عمل تجاویز پیش کرے اور مطالبات کی تکمیل تک اپنے موقف پر قائم رہے۔ سیاسی تحریکوں کا ایک مقصد عوام کو ان کے حقوق کے بارے میں بیدار کرنا بھی ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے گیانیش کمار کے خلاف تحریک اور کاکروچ جنتا پارٹی کی طلبہ تحریک، دونوں سے یہ سبق لیا جا سکتا ہے کہ عوامی مسائل پر منظم آواز اٹھانا اہم ہے۔

لیکن کسی بھی تحریک کی اصل کامیابی کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب اس کے مطالبات پورے ہونے کے بعد یہ دیکھا جائے کہ جن مسائل کے خلاف لوگ سڑکوں پر اترے تھے، وہ واقعی حل ہوئے ہیں یا نہیں۔ آخرکار، سوال گیانیش کمار کے استعفیٰ کا ہو یا دھرمیندر پردھان کو ہٹائے جانے کا، بنیادی نکتہ ایک ہی ہے: کسی عہدے دار کا جانا اور نظام کا بدلنا دو الگ باتیں ہیں۔ استعفیٰ کو کامیابی قرار دینے والوں کو یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ اس کے بعد عوام کو کیا حاصل ہوا۔ اگر انتخابی عمل میں شفافیت نہیں بڑھتی، ووٹروں کی شکایات کا ازالہ آسان نہیں ہوتا اور اداروں کی جواب دہی میں بہتری نہیں آتی تو تبدیلی کا مقصد ادھورا رہ جائے گا۔ اصل کامیابی کسی ایک شخص کو عہدے سے ہٹانے میں نہیں، بلکہ ان خامیوں کو دور کرنے میں ہے جن کے خلاف تحریک شروع ہوئی تھی۔ چہرے بدلنے سے نظام نہیں بدلتا؛ نظام بدلنے کے لیے اس کے طریقۂ کار میں اصلاح لازمی ہے۔ یہی وہ معیار ہے جس پر کسی بھی سیاسی تحریک کی کامیابی کو پرکھا جانا چاہیے۔

جنسیاتی اعداد و شمار کی درستگی اور ایس آئی آر کا طریقہ کار

ہندوستان میں ووٹر لسٹوں کی تطہیر

اور انتخابی شفافیت پر خصوصی نظرِ ثانی کا تفصیلی جائزہ

محمد نعیم

کسی بھی آئینی جمہوریت میں آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کی بنیاد درست اور شفاف ووٹر لسٹوں پر ہوتی ہے۔ ہندوستان میں الیکشن کمیشن آف انڈیا وقتاً فوقتاً ووٹر لسٹوں کو اپ ڈیٹ کرنے اور ان کی درستگی برقرار رکھنے کے لیے مختلف اقدامات کرتا ہے۔ جہاں معمول کی سالانہ مختصر نظرثانی کے دوران نئے ووٹروں کے نام شامل کرنے، موجودہ اندراجات میں اصلاح اور دیگر بنیادی تبدیلیوں پر توجہ دی جاتی ہے، وہیں خصوصی گہری نظرثانی ایس آئی آر ایک وسیع تر عمل ہے، جس کے تحت ووٹر لسٹوں کی تفصیلی جانچ اور گھر گھر جا کر تصدیق کی جاتی ہے۔

آئین ہند کے آرٹیکل 324 اور عوامی نمائندگی ایکٹ 1950 کی دفعہ 21(3) کے تحت حاصل اختیارات کی روشنی میں الیکشن کمیشن ضرورت کے مطابق ووٹر لسٹوں کی گہری نظرثانی کرا سکتا ہے۔ اس عمل کا بنیادی مقصد انتخابی فہرستوں میں موجود خامیوں کی نشاندہی کرنا، غیر متعلقہ اندراجات کو درست کرنا اور اہل شہریوں کے ناموں کو یقینی طور پر فہرست میں برقرار رکھنا ہے۔

ایس آئی آر کے حامیوں کے مطابق، یہ عمل آبادی میں تبدیلی، اموات کے اندراج میں تاخیر، مستقل نقل مکانی اور ایک سے زیادہ مقامات پر ووٹر کے اندراج جیسی خامیوں کو دور کرنے میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔

گہری نظرثانی کیوں ضروری سمجھی جاتی ہے؟

ووٹر لسٹ کوئی جامد دستاویز نہیں، بلکہ ایک ایسا ریکارڈ ہے جس میں وقت کے ساتھ مسلسل تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ لوگوں کی نقل مکانی، شہروں کی توسیع، اموات، نئے اہل ووٹروں کی شمولیت اور انتظامی حدود میں تبدیلی کے باعث انتخابی فہرستوں میں مختلف قسم کی بے ضابطگیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔

اگر طویل عرصے تک ان اندراجات کی جامع جانچ نہ کی جائے تو حقیقی صورتِ حال اور سرکاری ریکارڈ کے درمیان فرق بڑھنے کا خدشہ رہتا ہے۔ اسی لیے گہری نظرثانی کے حامیوں کا موقف ہے کہ وقتاً فوقتاً زمینی سطح پر تصدیق کر کے ووٹر لسٹوں کی درستگی برقرار رکھنا ضروری ہے۔

بہار میں ووٹر لسٹوں کی نظرثانی کے دوران بھی یہ مسئلہ نمایاں طور پر زیر بحث آیا۔ فراہم کردہ تفصیلات کے مطابق، ریاست میں آخری گہری نظرثانی 2003 میں ہوئی تھی، جس کے بعد تقریباً دو دہائیوں کے دوران نقل مکانی، اموات کے اندراج میں کمی اور متعدد مقامات پر اندراج جیسے معاملات سامنے آئے۔

24 جون 2025 کو شروع کیے گئے بہار کے ایس آئی آر کے حوالے سے فراہم کردہ اعداد و شمار میں بتایا گیا ہے کہ تقریباً 98.01 فیصد ووٹروں کا احاطہ کیا گیا اور 17.7 کروڑ سے زیادہ شمار کے فارم ڈیجیٹل کیے گئے۔ اس عمل کے دوران تقریباً 20 لاکھ ایسے ووٹروں کی نشاندہی کی گئی جن کے بارے میں بتایا گیا کہ ان کی موت ہو چکی ہے، 28 لاکھ مستقل طور پر نقل مکانی کر چکے تھے، سات لاکھ کے قریب دوہرے اندراجات، ایک لاکھ لاپتا ووٹر اور تقریباً 15 لاکھ ایسے فارموں کی نشاندہی ہوئی جو واپس جمع نہیں کرائے گئے تھے۔

یہ اعداد و شمار انتخابی فہرستوں کی جانچ کی اہمیت کو ظاہر کرتے ہیں، تاہم ان کی حتمی حیثیت، درجہ بندی اور درستگی کا تعین متعلقہ سرکاری ریکارڈ کی بنیاد پر کیا جانا چاہیے۔ بالخصوص کسی ووٹر کے فارم واپس نہ کرنے یا اس کا سراغ نہ ملنے کو محض اسی بنیاد پر اس کی نااہلی کا ثبوت نہیں سمجھا جا سکتا۔

فراہم کردہ مضمون کے مطابق، 30 ریاستوں اور مرکز کے زیر انتظام علاقوں میں ایس آئی آر کے دوران تقریباً 13 کروڑ ابتدائی حذف شدہ اندراجات کی نشاندہی کی گئی۔ اس سلسلے میں یہ سمجھنا ضروری ہے کہ مسودہ ووٹر لسٹ میں کسی نام کو حذف کرنے کی تجویز اور حتمی طور پر اس نام کو ووٹر لسٹ سے خارج کر دینا دو الگ مراحل ہیں۔

انتخابی فہرستوں سے ایسے اندراجات کی اصلاح یا اخراج، جن میں متوفی افراد، مستقل طور پر منتقل ہونے والے ووٹر یا ایک سے زیادہ مقامات پر درج نام شامل ہوں، فہرستوں کی درستگی کے لیے اہم ہو سکتا ہے۔ تاہم ہر معاملے میں متعلقہ حقائق کی جانچ ضروری ہے۔

یہ بھی انتہائی اہم ہے کہ کسی زندہ، اہل اور متعلقہ حلقے میں ووٹ ڈالنے کے حق کے حامل شہری کا نام غلطی سے حذف نہ ہو۔ اگر کسی شخص کا نام غلط طور پر خارج ہو جائے تو اس کے لیے اعتراض درج کرانے، دعویٰ پیش کرنے اور قانونی طریقۂ کار کے مطابق اپیل کرنے کے مؤثر مواقع موجود ہونے چاہئیں۔

اسی لیے ووٹر لسٹوں کی تطہیر کے عمل میں انتظامی کارکردگی کے ساتھ ساتھ شفافیت، مناسب اطلاع، دستاویزات کی منصفانہ جانچ اور متاثرہ شہریوں کے حقوق کا تحفظ بھی بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔

ایس آئی آر کے حوالے سے اصل سوال صرف یہ نہیں کہ ووٹر لسٹوں سے کتنے اندراجات حذف کیے گئے، بلکہ یہ بھی ہے کہ کتنے اندراجات کی تصدیق ہوئی، کتنے اہل ووٹروں کے نام برقرار رکھے گئے اور کتنے معاملات میں اصلاح یا اپیل کے بعد فیصلہ تبدیل ہوا۔

ایک مؤثر نظرثانی وہی ہوگی جو انتخابی فہرستوں میں موجود غلط اندراجات کو دور کرنے کے ساتھ حقیقی اور اہل ووٹروں کے حق رائے دہی کا بھی تحفظ کرے۔ اس مقصد کے لیے ضروری ہے کہ تصدیق کا طریقۂ کار واضح ہو، متعلقہ شہریوں کو مناسب موقع دیا جائے اور ہر فیصلے کی بنیاد قابل تصدیق شواہد پر ہو۔

خصوصی گہری نظرثانی انتخابی فہرستوں کی درستگی بہتر بنانے کا ایک اہم انتظامی عمل ہے۔ اس کے ذریعے متوفی افراد کے ناموں، دوہرے اندراجات اور مستقل نقل مکانی جیسے معاملات کی جانچ کی جا سکتی ہے۔ تاہم اس عمل کی کامیابی کا معیار صرف حذف شدہ ناموں کی تعداد نہیں، بلکہ انتخابی فہرستوں کی مجموعی درستگی، اہل ووٹروں کی شمولیت اور شہریوں کے حق رائے دہی کا مؤثر تحفظ بھی ہونا چاہیے۔

جمہوری نظام میں شفاف اور قابل اعتماد ووٹر لسٹیں اسی وقت مضبوط بنیاد فراہم کرتی ہیں، جب انتخابی ریکارڈ کی تطہیر اور ہر اہل شہری کے ووٹ دینے کے حق کے درمیان مناسب توازن برقرار رکھا جائے۔

بین المذاہب مکالمہ: اسلام کے تناظر میں

رشحات قلم:

مفتی محمد وسیم اختر قاسمی

اسلام ایک ایسے معاشرے کی تشکیل چاہتا ہے جہاں مختلف مذاہب اور طبقات کے لوگ امن، انصاف اور باہمی احترام کے ساتھ زندگی گزاریں۔ قرآن مجید نے انسانی تنوع کو اللہ تعالیٰ کی حکمت کا حصہ قرار دیتے ہوئے فرمایا: یعنی ہم نے تمہیں مختلف قوموں اور قبیلوں میں اس لیے تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہبی اور سماجی اختلاف کا مقصد دشمنی نہیں بلکہ تعارف، افہام و تفہیم اور خیر خواہی ہے۔

اسلامی نقطۂ نظر سے بین المذاہب مکالمہ محض رسمی ملاقاتوں کا نام نہیں، بلکہ مستقل طور پر اعتماد پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ مختلف مذاہب کے لوگوں کو بحران اور کشیدگی کے وقت ہی ایک دوسرے سے رابطہ نہیں کرنا چاہیے، بلکہ معمول کے حالات میں بھی باہمی ملاقات، گفتگو اور تعلقات کو فروغ دینا چاہیے۔ قرآن کریم عدل و احسان کا حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ جو لوگ مسلمانوں سے جنگ نہیں کرتے اور انہیں ان کے گھروں سے نہیں نکالتے، ان کے ساتھ نیکی اور انصاف کرنے سے اللہ منع نہیں کرتا۔ (الممتحنہ:8)

دوسرا اہم پہلو مشترکہ سماجی خدمت ہے۔ مختلف مذاہب کے ماننے والے عقائد میں مختلف ہو سکتے ہیں، لیکن غربت، بھوک، جہالت، بے روزگاری، بیماری اور قدرتی آفات جیسے مسائل سب کے مشترک ہیں۔ اسلام خدمتِ خلق کو بڑی فضیلت دیتا ہے؛ اس لیے مسلمان اپنے غیر مسلم ہم وطنوں کے ساتھ مل کر تعلیمی، طبی، رفاہی اور امدادی کاموں میں حصہ لے سکتے ہیں۔ اس طرح مکالمہ صرف گفتگو نہیں رہتا بلکہ عملی تعاون میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

تیسرا پہلو غلط فہمیوں اور افواہوں کا بروقت ازالہ ہے۔ آج سوشل میڈیا کے ذریعے جھوٹی خبریں اور نفرت انگیز مواد بہت تیزی سے پھیلتا ہے۔ اس صورتِ حال میں مختلف مذاہب کے ذمہ دار افراد، علماء، دانشور، نوجوان اور سماجی کارکن مستقل رابطے میں رہیں تاکہ کسی بھی اشتعال انگیز واقعے کو بڑے تنازع میں تبدیل ہونے سے پہلے ہی روکا جا سکے۔

اسلام اختلافِ رائے کو ختم کرنے کا مطالبہ نہیں کرتا، بلکہ اختلاف کے باوجود عدل، حسنِ اخلاق اور احترام کی تعلیم دیتا ہے۔ بین المذاہب مکالمے کا مقصد سب کو ایک عقیدہ اختیار کرنے پر مجبور کرنا نہیں، بلکہ مختلف عقائد رکھنے والے انسانوں کو امن، انصاف اور انسانی وقار کے ساتھ مل جل کر رہنے کا راستہ دکھانا ہے۔

آج ہندوستان جیسے کثیر مذہبی اور کثیر ثقافتی معاشرے میں بین المذاہب مکالمہ وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اگر ہم بحران کے بعد پل بنانے کے بجائے پہلے ہی اعتماد کے پل تعمیر کریں، تو نفرت، افواہوں اور فرقہ وارانہ کشیدگی کے امکانات کم ہو سکتے ہیں۔ یہی اسلامی اخلاق، قومی یکجہتی اور پُرامن معاشرے کی بنیاد ہے۔

اسٹنگ آپریشن: احتساب کا ذریعہ یا بلیک میلنگ کا ہتھیار؟

شیوکمار اور کمارسوامی کے الزامات، سیاسی اخلاقیات اور شفاف تحقیقات کا امتحان

عبدالحلیم منصور

کرناٹک کی سیاست میں تازہ اسٹنگ آپریشن تنازعہ محض دو سیاسی رہنماؤں کے درمیان الزام تراشی کا معاملہ نہیں، بلکہ اس سوال سے جڑا ہے کہ خفیہ ریکارڈنگ کو بدعنوانی بے نقاب کرنے کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے یا سیاسی مخالفین پر دباؤ ڈالنے کے لیے۔ وزیر اعلیٰ ڈی کے شیوکمار کا دعویٰ ہے کہ انہیں اور ریاستی وزرا کو مبینہ طور پر جال میں پھنسانے کی کوشش کی گئی، جبکہ مرکزی وزیر ایچ ڈی کمارسوامی نے الزام لگایا کہ شیوکمار نے ایک اسٹنگ آپریشن کے ذریعے سدارامیا کو وزارتِ اعلیٰ سے ہٹانے کی کوشش کی۔ کانگریس کے رکن اسمبلی گنیگا روی کمار نے بھی ایک پین ڈرائیو دکھاتے ہوئے وزرا کو نشانہ بنانے کی مبینہ سازش کا دعویٰ کیا۔ یوں ایک ہی تنازعے میں الزامات کی کئی پرتیں سامنے آگئی ہیں، لیکن محض سیاسی بیانات کی بنیاد پر کسی دعوے کو حقیقت تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ سیاسی الزام تراشی سے آگے بڑھ کر شواہد کی جانچ کی جائے اور حقائق کو سامنے لایا جائے۔

شیوکمار نے 8 اکتوبر کو کہا کہ ان کے پاس مبینہ سازش سے متعلق تصاویر، دستاویزات اور دیگر معلومات موجود ہیں۔ اگلے روز گنیگا روی کمار نے دعویٰ کیا کہ پین ڈرائیو میں سی سی ٹی وی فوٹیج، آڈیو ریکارڈنگ اور ویڈیوز ہیں۔ دوسری طرف کمارسوامی کا الزام ہے کہ سدارامیا کو مبینہ اسٹنگ آپریشن کا مواد دکھا کر وزارتِ اعلیٰ چھوڑنے کے لیے دباؤ ڈالا گیا۔ کانگریس نے اس الزام کو مسترد کر دیا، تاہم سیاسی بیانات کے اس تبادلے سے بنیادی سوالات کا جواب نہیں ملا۔ کمارسوامی کے الزام کے حق میں کیا شواہد ہیں؟ شیوکمار کے پاس مبینہ سازش سے متعلق موجود مواد متعلقہ حکام کے حوالے کیا گیا ہے یا نہیں؟ اور گنیگا روی کمار کی پین ڈرائیو میں موجود ریکارڈنگ کی حقیقت کیا ہے؟ ان سوالات کے جواب سیاسی بیانات یا خاموشی سے نہیں، بلکہ مستند شواہد کی جانچ سے ہی سامنے آسکتے ہیں۔

اگر شیوکمار کے پاس واقعی انہیں پھنسانے کی کوشش کے ثبوت ہیں تو انہیں متعلقہ تفتیشی ادارے کے حوالے کر کے قانونی کارروائی کا مطالبہ کرنا چاہیے۔ کمارسوامی کو بھی اپنے الزام کی تائید میں شواہد پیش کرنے چاہئیں، جبکہ گنیگا روی کمار کو پین ڈرائیو میں موجود مواد کی باقاعدہ جانچ کا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ یہ معیار تمام فریقوں پر یکساں لاگو ہونا چاہیے۔ کسی الزام کو صرف اس لیے درست نہیں مانا جا سکتا کہ وہ اپوزیشن کی طرف سے لگایا گیا ہے، اور نہ محض اس لیے مسترد کیا جا سکتا ہے کہ اس کی زد میں برسراقتدار جماعت کا کوئی رہنما آتا ہے۔ جمہوری نظام میں سیاسی عہدہ کسی کو احتساب سے استثنا نہیں دیتا، لیکن الزام لگا دینا بھی کسی کو مجرم ثابت نہیں کرتا۔

اس تنازعے کی اصل اہمیت اسٹنگ آپریشن کے مقصد اور طریقۂ کار میں پوشیدہ ہے۔ اگر کسی عوامی عہدے دار کی بدعنوانی یا اختیارات کے ناجائز استعمال کے قابل اعتماد شواہد سامنے لانے کے لیے خفیہ ریکارڈنگ کی جائے تو وہ عوامی مفاد میں اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔ لیکن اگر کسی شخص کو دانستہ طور پر مشتبہ صورتِ حال میں پھنسایا جائے، اس کی نجی زندگی کو نشانہ بنایا جائے یا ریکارڈنگ کو بلیک میلنگ کے لیے استعمال کیا جائے تو اسے احتساب نہیں کہا جا سکتا۔ کسی کی بدعنوانی بے نقاب کرنا اور کسی کو سازش کے ذریعے بدعنوانی میں ملوث دکھانے کی کوشش کرنا دو مختلف معاملات ہیں۔ ان کے درمیان فرق مٹ جائے تو نہ صرف بے گناہ افراد کی ساکھ تباہ ہو سکتی ہے بلکہ حقیقی بدعنوانی کو بے نقاب کرنے والے شواہد پر بھی شکوک پیدا ہونے لگتے ہیں۔

مارچ 2014 میں ٹی وی 9 کے دو صحافیوں کو ڈی کے شیوکمار کے خلاف مبینہ اسٹنگ آپریشن کی کوشش کے معاملے میں گرفتار کیا گیا تھا۔ اطلاعات کے مطابق، وہ شمسی توانائی کے منصوبے کے نمائندے بن کر ان سے ملے تھے اور نقد رقم پیش کیے جانے کا معاملہ بھی سامنے آیا تھا۔ شیوکمار نے دعویٰ کیا تھا کہ انہیں اس کوشش کا پہلے سے علم تھا۔ تاہم، ماضی کا یہ واقعہ موجودہ الزامات کی صداقت کا فیصلہ نہیں کرتا؛ اس کے لیے شواہد کی غیر جانب دارانہ جانچ ضروری ہے۔

مارچ 2021 میں بی جے پی کے رہنما رمیش جارکی ہولی سے متعلق مبینہ جنسی استحصال اور ویڈیو تنازعے نے بھی ریاستی سیاست میں ہلچل پیدا کی تھی۔ ویڈیو سامنے آنے کے بعد انہوں نے وزارت سے استعفیٰ دیا اور معاملے کو سازش قرار دیا، جبکہ دوسری جانب سنگین الزامات لگائے گئے۔ اس واقعے نے واضح کیا کہ کسی ویڈیو کا منظرِ عام پر آنا بذاتِ خود تمام قانونی سوالات کا جواب نہیں ہوتا۔ ایسے مواد کے اثرات فوری طور پر کسی کی ساکھ اور سیاسی مستقبل کو متاثر کر سکتے ہیں، جبکہ اس کی صداقت اور قانونی حیثیت کا تعین تفتیش کے بعد ہی ممکن ہوتا ہے۔ میڈیا میں شور، سیاسی بیانات اور عوامی قیاس آرائیاں عدالتی فیصلے کا متبادل نہیں بن سکتیں۔

سنہ 2024 میں پرجول ریونا سے متعلق جنسی جرائم کے الزامات اور ویڈیوز کے معاملے نے بھی یہی سوال اٹھایا کہ ثبوت کو قانونی کارروائی کے لیے استعمال کیا جائے یا اسے سیاسی اور عوامی تماشے کا حصہ بنا دیا جائے۔ معاملے کی تحقیقات کے لیے خصوصی تحقیقاتی ٹیم قائم کی گئی۔ ایسے معاملات میں مبینہ جرائم کی منصفانہ تحقیقات اپنی جگہ ضروری ہیں، جبکہ متاثرہ خواتین کی شناخت اور نجی مواد کے غیر ضروری پھیلاؤ سے تحفظ بھی انتہائی اہم ہے۔ کسی جرم کے شواہد متعلقہ اداروں کے سامنے پیش ہونے چاہئیں؛ انہیں اس انداز میں عام کرنا کہ متاثرین کی عزت اور نجی زندگی مزید متاثر ہو، انصاف کے مقصد کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔

موجودہ تنازعے میں ڈیجیٹل شواہد کی صداقت ایک الگ اہمیت رکھتی ہے۔ آڈیو، ویڈیو یا سی سی ٹی وی فوٹیج کی موجودگی ہی اس کے مستند ہونے کی ضمانت نہیں۔ یہ جاننا ضروری ہے کہ ریکارڈنگ کس نے اور کن حالات میں حاصل کی، آیا اس میں رد و بدل ہوا، مکمل مواد کیا ظاہر کرتا ہے اور اسے کس مقصد کے تحت پیش کیا جا رہا ہے۔ جدید تدوینی ٹیکنالوجی اور مصنوعی ذہانت کے باعث جعلی یا گمراہ کن مواد تیار کرنا بھی ممکن ہے، اس لیے ضرورت پڑنے پر آزاد تکنیکی ماہرین سے اس کی جانچ کرائی جانی چاہیے۔ ساتھ ہی متعلقہ افراد کو اپنا موقف پیش کرنے کا موقع ملنا چاہیے۔ نہ ہر ریکارڈنگ کو بلا تحقیق سچ ماننا درست ہے، نہ ہر ثبوت کو سیاسی سازش کہہ کر نظرانداز کرنا۔

بی جے پی اور جنتا دل (سیکولر) کو اپنے الزامات کی تائید میں شواہد پیش کرنے چاہئیں، جبکہ کانگریس حکومت کو بھی ان الزامات کا جواب محض سیاسی انتقام قرار دے کر دینے سے گریز کرنا چاہیے۔ اگر کسی نے وزرا کو پھنسانے یا کسی وزیر اعلیٰ پر دباؤ ڈالنے کی کوشش کی ہے تو اس کی تحقیقات ہونی چاہئیں۔ اگر الزام بے بنیاد ہے تو شواہد کی بنیاد پر اس کی تردید کی جانی چاہیے۔ اقتدار میں موجود جماعت سے جواب دہی کا مطالبہ جمہوریت کا بنیادی تقاضا ہے، مگر اپوزیشن کی ذمہ داری بھی ہے کہ وہ سنگین الزامات کو محض سیاسی فائدے کے لیے اچھالنے کے بجائے ان کی تصدیق کے لیے ٹھوس مواد پیش کرے۔

اس معاملے کا حل ایک دوسرے پر الزامات کی بوچھاڑ میں نہیں، بلکہ واضح اور قابل اعتماد طریقۂ کار میں ہے۔ متعلقہ شواہد کو محفوظ رکھتے ہوئے ان کی آزادانہ اور غیر جانب دارانہ جانچ ہونی چاہیے، ریکارڈنگ کے ماخذ اور صداقت کا تعین کیا جانا چاہیے اور اگر کسی غیر قانونی سرگرمی کے شواہد ملیں تو قانون کے مطابق کارروائی ہونی چاہیے۔ تحقیقات کا مقصد کسی جماعت کو سیاسی برتری دلانا نہیں، بلکہ حقیقت تک پہنچنا ہونا چاہیے۔ اس عمل کی شفافیت بھی ضروری ہے تاکہ عوام کو معلوم ہو سکے کہ الزامات کی تفتیش کس مرحلے میں ہے اور کن نتائج تک پہنچا گیا ہے۔

جمہوریت میں احتساب ناگزیر ہے، لیکن احتساب کے نام پر کسی کو جال میں پھنسانا، نجی زندگی کو سیاسی ہتھیار بنانا یا غیر مصدقہ مواد کے ذریعے کردارکشی کرنا قابل قبول نہیں۔ اسی طرح بدعنوانی کے حقیقی شواہد کو سیاسی مصلحت کے تحت دبانا بھی عوام کے اعتماد سے انحراف ہے۔ ڈی کے شیوکمار، ایچ ڈی کمارسوامی، گنیگا روی کمار اور دیگر متعلقہ فریقوں کے دعووں کو ایک ہی پیمانے پر پرکھا جانا چاہیے: ثبوت پیش کیے جائیں، ان کی غیر جانب دارانہ جانچ ہو اور نتائج کی بنیاد پر قانون کے مطابق فیصلہ کیا جائے۔ کرناٹک کی سیاست کو یہ طے کرنا ہے کہ اسٹنگ آپریشن عوامی مفاد میں احتساب کا ذریعہ بنے گا یا اقتدار کی کشمکش میں بلیک میلنگ کا ہتھیار۔ اس کا جواب سیاسی نعروں سے نہیں، شفاف تحقیقات اور قابل اعتماد شواہد سے ملے گا۔

سب تاج اچھالے جائیں گے، سب تخت گرائے جائیں گے "

جب سوال جرم بن جائیں تو تخت لرزنے لگتے ہیں

عدنان شمیم
رابطہ 9330522782

تصور کیجیے، دہلی کے جنتر منتر کی سڑک پر ایک نوجوان ہاتھ میں آئین کی چھوٹی سی کتاب لیے کھڑا ہے۔ اس کے چہرے پر غصے سے زیادہ ایک سوال ہے۔ وہ کسی تخت کا وارث نہیں، کسی محل کا مکین نہیں، کسی طاقت ور خاندان کا چشم و چراغ نہیں۔ وہ صرف اس ملک کا شہری ہے جسے بچپن سے بتایا گیا تھا کہ جمہوریت میں اس کی آواز کی بھی اہمیت ہے۔ لیکن آج اس کے سامنے پولیس کی وردیاں ہیں، راستوں پر بیریکیڈ ہیں، سڑکوں پر پہرے ہیں اور فضا میں ایک ایسا سوال معلق ہے جس کا جواب شاید کسی سرکاری بیان میں نہیں ملے گا: اگر عوام کو اپنی ہی حکومت سے سوال کرنے کے لیے اتنی رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑے تو جمہوریت کا وعدہ آخر کس کے لیے ہے؟ یہ منظر ایک فرضی تصویر ضرور ہے، لیکن اس کے پیچھے چھپا سوال ہندوستان کی موجودہ سیاسی صورت حال سے جڑا ہوا ہے۔ چیف الیکشن کمشنر گیانیش کمار کے خلاف احتجاج، انتخابی فہرستوں میں تبدیلیوں پر اٹھنے والے اعتراضات اور مظاہرین کے خلاف انتظامیہ کی سخت کارروائیوں نے ایک بار پھر ہندوستانی جمہوریت کے سامنے کئی بنیادی سوالات کھڑے کر دیے ہیں۔ 10 اکتوبر 2026 کو دہلی میں مجوزہ احتجاج کو روکنے کے لیے سخت حفاظتی انتظامات کیے گئے، جنتر منتر کے اطراف پابندیاں لگائی گئیں اور متعدد مظاہرین، سیاسی کارکنوں اور رہنماؤں کو حراست میں لیا گیا۔ مختلف ذرائع ابلاغ کے مطابق، ملک کے دوسرے حصوں میں بھی احتجاج کرنے والوں کے خلاف کارروائیاں ہوئیں۔ یہ محض کسی ایک عہدے دار کے استعفے کا مطالبہ نہیں، بلکہ انتخابی عمل پر عوام کے اعتماد کا معاملہ بھی ہے۔ جب شہری اپنے ووٹ کے تحفظ کے لیے سوال اٹھائیں تو ان سوالات کو صرف سیاسی مخالفت کہہ کر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ جمہوریت کی خوب صورتی اسی میں ہے کہ اس میں اقتدار سے سوال بھی کیا جا سکتا ہے اور اداروں کے فیصلوں پر اختلاف بھی۔

ووٹ کا حق اور انتخابی فہرستوں کا تنازع: گیانیش کمار کے خلاف جاری احتجاج کا بنیادی تعلق انتخابی فہرستوں کی خصوصی نظر ثانی، یعنی ایس آئی آر (SIR)، سے ہے۔ احتجاج کرنے والوں اور اپوزیشن جماعتوں کا الزام ہے کہ اس عمل کے دوران بڑی تعداد میں ووٹروں کے نام فہرستوں سے خارج ہوئے ہیں، جس سے اہل شہریوں کے ووٹ کے حق پر اثر پڑ سکتا ہے۔ بعض ناقدین کا یہ بھی کہنا ہے کہ اس عمل سے حکمراں جماعت کو انتخابی فائدہ پہنچنے کا خدشہ ہے۔ دوسری طرف الیکشن کمیشن کا موقف ہے کہ انتخابی فہرستوں کی نظر ثانی کا مقصد جعلی، دوہرے، فوت شدہ اور غیر اہل ووٹروں کے اندراجات کو درست کرنا ہے تاکہ انتخابی عمل کی شفافیت برقرار رہے۔ حکومت اور حکمراں جماعت نے انتخابی بے ضابطگیوں اور سیاسی فائدے کے الزامات کو مسترد کیا ہے۔ یہاں ضروری ہے کہ الزامات اور ثابت شدہ حقائق کے درمیان فرق برقرار رکھا جائے۔

محض احتجاج ہونے سے کسی ادارے کی بدعنوانی ثابت نہیں ہو جاتی، لیکن کسی ادارے کا آئینی مقام بھی اسے سوالات سے بالاتر نہیں کر دیتا۔ اصل ضرورت یہ ہے کہ انتخابی فہرستوں میں ہونے والی تبدیلیوں کے اعداد و شمار سامنے لائے جائیں، اہل ووٹروں کے نام خارج ہونے کی شکایات کی جانچ ہو اور متاثرہ شہریوں کے لیے اپنے نام دوبارہ درج کرانے کا آسان طریقہ یقینی بنایا جائے۔ آخر ایک عام شہری کے لیے ووٹ صرف ایک نشان نہیں، بلکہ اس کی سیاسی شناخت ہے۔ ایک مزدور، ایک کسان، ایک طالب علم یا کسی دور دراز گاؤں میں رہنے والا شخص جب پولنگ بوتھ تک پہنچتا ہے تو وہ صرف ایک امیدوار کا انتخاب نہیں کرتا، بلکہ اپنے مستقبل کے بارے میں فیصلہ کرنے کے حق کا استعمال کرتا ہے۔ اگر اس کا نام فہرست میں موجود ہی نہ ہو تو اس کے لیے جمہوریت کے تمام دعوے محض الفاظ بن کر رہ جاتے ہیں۔ اسی لیے انتخابی فہرستوں کی اصلاح جتنی ضروری ہے، اس عمل میں شفافیت اور انصاف بھی اتنے ہی ضروری ہیں۔ کسی اہل شہری کا ووٹ غلطی سے خارج ہو جانا ایک معمولی انتظامی غلطی نہیں، بلکہ اس کے بنیادی جمہوری حق کو متاثر کرنے والا معاملہ ہے۔ اس کا حل سیاسی بیان بازی نہیں، بلکہ واضح اعداد و شمار، قابل اعتماد جانچ اور مؤثر شکایتی نظام ہے۔

جب جنتر منتر کے راستے بند ہونے لگیں: دہلی کے جنتر منتر کو طویل عرصے سے احتجاج اور سیاسی اختلاف کی علامت سمجھا جاتا رہا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں طلبہ، مزدوروں، کسانوں، سماجی کارکنوں اور سیاسی جماعتوں نے اپنے مطالبات پیش کیے ہیں۔ لیکن جب اسی مقام تک پہنچنے کے راستے بند کر دیے جائیں، جب مظاہرین کو اجتماع سے پہلے ہی حراست میں لے لیا جائے اور جب شہر کے اہم حصوں میں سخت پابندیاں عائد کر دی جائیں تو سوال صرف احتجاج کی اجازت کا نہیں رہتا، بلکہ جمہوری حقوق کی عملی حیثیت کا بن جاتا ہے۔ 10 اکتوبر کے احتجاج سے پہلے دہلی میں بڑی تعداد میں پولیس اور نیم فوجی اہلکار تعینات کیے گئے۔ اطلاعات کے مطابق، موبائل انٹرنیٹ خدمات محدود کی گئیں، متعدد میٹرو اسٹیشنوں اور بازاروں کو بند کیا گیا اور شہر کے مختلف حصوں میں نقل و حرکت پر پابندیاں لگائی گئیں۔ پولیس نے کہا کہ مجوزہ احتجاج کے لیے اجازت نہیں دی گئی تھی۔ اسی دوران احتجاجی تحریک سے وابستہ رہنماؤں اور کارکنوں کو حراست میں لیے جانے کی خبریں سامنے آئیں۔ حکومت اور انتظامیہ کے پاس امن و امان برقرار رکھنے کی ذمہ داری ضرور ہے۔ کسی بھی احتجاج کے دوران تشدد، توڑ پھوڑ یا عوامی سلامتی کو لاحق خطرات سے نمٹنا ریاست کا فرض ہے۔

الیکشن کمیشن کی ساکھ کس چیز میں ہے؟ ہندوستان کا الیکشن کمیشن محض ایک سرکاری ادارہ نہیں، بلکہ انتخابی جمہوریت کے بنیادی ستونوں میں سے ایک ہے۔ اس کی ساکھ اس بات سے جڑی ہوئی ہے کہ عوام اس کے فیصلوں کو کتنا منصفانہ اور قابل اعتماد سمجھتے ہیں۔ انتخابی عمل کی غیر جانب داری صرف ایک قانونی ضرورت نہیں، بلکہ جمہوریت کے تسلسل کے لیے بنیادی شرط ہے۔ جب کسی ادارے کے فیصلوں پر اعتراضات اٹھتے ہیں تو اس کا بہترین جواب تنقید کرنے والوں کو خاموش کرانا نہیں، بلکہ شواہد سامنے لانا ہوتا ہے۔ کتنے نام انتخابی فہرستوں سے خارج کیے گئے؟ ان میں کتنے افراد غیر اہل تھے؟ کتنے اہل شہریوں کے نام غلطی سے حذف ہوئے؟ ان شکایات کے ازالے کے لیے کیا اقدامات کیے گئے؟ کیا متاثرہ شہریوں کو اپنی بات رکھنے کا مناسب موقع ملا؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کا جواب واضح اعداد و شمار اور شفاف طریق کار سے دیا جانا چاہیے۔ اگر الزامات بے بنیاد ہیں تو حقائق انہیں غلط ثابت کر سکتے ہیں، اور اگر کہیں غلطیاں موجود ہیں تو ان کی اصلاح ادارے کی ساکھ کو مضبوط کرے گی۔ گیانیش کمار کے استعفے کا مطالبہ سیاسی طور پر متنازع ہو سکتا ہے۔ کسی عہدے دار کے خلاف لگائے گئے الزامات کو ثبوت کے بغیر حتمی حقیقت نہیں مانا جا سکتا، اور استعفے یا عہدے سے ہٹانے کے معاملے میں آئینی طریق کار کی اہمیت بھی اپنی جگہ برقرار رہتی ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ کسی عہدے دار یا ادارے کو عوامی سوالات سے استثنا حاصل ہو جائے۔ اداروں کا احترام صرف ان کے نام یا عہدے سے پیدا نہیں ہوتا، بلکہ ان کے طرز عمل سے پیدا ہوتا ہے۔ جس ادارے کے فیصلے شفاف ہوں، جس کی کارروائی منصفانہ ہو اور جس کے دروازے عام شہری کے لیے کھلے ہوں، اسے اپنی عزت بچانے کے لیے خاموشی نافذ کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

نوجوانوں کے سوالات اقتدار کی بے چینی: اس احتجاج کی ایک اہم خصوصیت نوجوانوں کی شرکت ہے۔ نوجوانوں کی سیاست کو اکثر جذباتی، عارضی یا سوشل میڈیا تک محدود قرار دے دیا جاتا ہے۔ ایک مضبوط جمہوریت تنقید سے کمزور نہیں ہوتی؛ وہ تنقید کو سننے، غلطیوں کی اصلاح کرنے اور عوام کا اعتماد بحال کرنے سے مضبوط ہوتی ہے۔

آئین کا وعدہ اور حکومت کی ذمہ داری

ہندوستانی آئین شہریوں کو اظہار رائے اور پر امن اجتماع کے حقوق دیتا ہے، اگرچہ ان حقوق پر قانون کے مطابق معقول پابندیاں عائد کی جا سکتی ہیں۔ ان حقوق کی اہمیت کسی سیاسی جماعت کی حمایت یا مخالفت سے کم نہیں ہوتی۔ جو شہری آج حکومت کے حق میں ہے، اسے بھی کل کسی پالیسی سے اختلاف ہو سکتا ہے۔ جو آج احتجاج کر رہا ہے، وہ بھی کسی دوسرے موقع پر حکومت کے فیصلے کی حمایت کر سکتا ہے۔ اسی لیے بنیادی حقوق کو سیاسی پسند و ناپسند کے ترازو میں نہیں تولنا چاہیے۔ اگر کسی ایک جماعت کے کارکنوں کے احتجاج کو جائز سمجھا جائے تو دوسری جماعت کے کارکنوں کے لیے بھی وہی اصول ہونا چاہیے۔ اگر کسی ایک گروہ کو سوال کرنے کا حق حاصل ہے تو دوسرے گروہ سے یہ حق نہیں چھینا جانا چاہیے۔ حکومت کا فرض صرف یہ نہیں کہ وہ اپنے حامیوں کو مطمئن رکھے، بلکہ یہ بھی ہے کہ وہ اپنے ناقدین کے ساتھ انصاف کرے۔ پولیس اور انتظامیہ ریاست کے ادارے ہیں؛ ان کا کام قانون نافذ کرنا ہے، کسی سیاسی بیانیے کی حفاظت کرنا نہیں۔ اسی طرح احتجاج کرنے والوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے حقوق کے ساتھ دوسروں کے حقوق اور عوامی امن کا بھی احترام کریں۔ اگر حکومت واقعی اداروں پر عوام کا اعتماد مضبوط کرنا چاہتی ہے تو اسے شفافیت، مکالمے اور قانونی جواب دہی کا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ انتخابی فہرستوں کے بارے میں واضح معلومات فراہم کی جائیں، غلطی سے حذف ہونے والے اہل ووٹروں کے لیے آسان شکایتی نظام بنایا جائے، احتجاج کی اجازت کے معاملات میں واضح اصول اپنائے جائیں اور حراست میں لیے گئے افراد کے قانونی حقوق کا احترام یقینی بنایا جائے۔ یہ مطالبات کسی حکومت کے خلاف بغاوت نہیں، بلکہ بہتر حکمرانی کے بنیادی تقاضے ہیں۔

تخت ہمیشہ کے لیے نہیں ہوتے: "سب تاج اچھالے جائیں گے، سب تخت گرائے جائیں گے"۔ اس مصرعے کو صرف اقتدار گرانے کے نعرے کے طور پر نہیں، بلکہ اقتدار کو اس کی اصل حقیقت یاد دلانے کے لیے بھی پڑھا جانا چاہیے۔ تاج اور تخت انسانی تاریخ میں ہمیشہ عارضی رہے ہیں۔ جو حکومتیں خود کو عوام سے بڑا سمجھنے لگتی ہیں، وہ یہ بھول جاتی ہیں کہ ان کی طاقت کا سرچشمہ بھی عوام ہی ہیں۔ آج گیانیش کمار کے خلاف اٹھنے والی آوازوں کو سننا، ان کے مطالبات کی جانچ کرنا اور احتجاج کے دوران انتظامیہ کے رویے کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ اس معاملے میں نہ کسی الزام کو بغیر ثبوت حتمی حقیقت ماننا درست ہوگا اور نہ کسی عہدے دار کو محض اس کے منصب کی وجہ سے تنقید سے محفوظ سمجھنا۔ انصاف کا تقاضا ہے کہ حقائق سامنے آئیں، ادارے جواب دیں اور شہریوں کے حقوق محفوظ رہیں۔ ہندوستان کی جمہوریت کو آج نعروں سے زیادہ اعتماد، طاقت کے مظاہرے سے زیادہ شفافیت اور الزام تراشی سے زیادہ جواب دہی کی ضرورت ہے۔ حکومت کو یہ ثابت کرنا ہوگا کہ قانون سب کے لیے یکساں ہے، الیکشن کمیشن کو یہ یقین دلانا ہوگا کہ ہر اہل شہری کا ووٹ اہم ہے، اور احتجاج کرنے والوں کو یہ دکھانا ہوگا کہ ان کی جدوجہد آئینی اصولوں اور پر امن مزاحمت پر قائم ہے۔

"ٹینشن ہو یا ڈپریشن" کسی بھی چیز کا ضرورت سے زیادہ ہونا زہر ہے

قیصر محمود عراقی
موبائل 6291697668

ٹینشن اور ڈپریشن کا مرض ہمارے معاشرے میں ہر طرف پھیل چکا ہے۔ آپ کسی بھی شخص سے ملیں تو وہ روزمرہ زندگی میں ٹینشن اور ڈپریشن کا سامنا کر رہا ہوتا ہے۔ آخر ٹینشن اور ڈپریشن کیا ہے؟ اور پھر ٹینشن اور ڈپریشن کا حل کیا ہے؟ ٹینشن کی ایک بڑی وجہ کسی بھی معاملے میں ضرورت سے زیادہ فکر کرنا ہے۔ اس میں سب سے اہم لفظ "ضرورت" ہے۔ حقیقت میں ٹینشن ایک انتہائی مفید چیز ہے۔ ٹینشن کا بنیادی طور پر الارم والی گھڑی کا کام ہے جو ہمیں مختلف معاملات زندگی کے بارے میں چوکنا رکھتی ہے۔ مثلاً اگر آپ امتحان دے رہے ہیں اور آپ کو ٹینشن ہے، تو آپ کے ذہن میں یہ بات رہے گی کہ آپ کو تیاری کرنی ہے، اور اگر آپ ٹینشن نہیں لیں گے تو آپ پڑھیں گے نہیں، نتیجتاً آپ فیل ہو جائیں گے۔ دیکھا جائے تو معلوم ہوا کہ بنیادی طور پر فکرمند ہونا ایک اچھی چیز ہے، لیکن مسئلہ وہاں پیدا ہوتا ہے جب آپ حد سے زیادہ فکرمند ہو جائیں۔ اسی طرح ضرورت سے زیادہ فکرمند ہو جانا بھی آپ کے لیے انتہائی مضر صحت ہے۔ مولانا روم سے کسی نے پوچھا کہ زہر کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ کسی بھی چیز کا ضرورت سے زیادہ ہونا زہر ہے۔ بے شک ضرورت سے زیادہ ٹینشن زہر قاتل ہے جو آئے روز لوگوں کی زندگیاں تباہ کر دیتی ہے۔ انسان کے اندر بھی ایک سسٹم موجود ہے جس کو کسی بھی شخص سے زیادہ وہ خود بہتر سمجھ سکتا ہے۔ اگر آپ کی روزانہ ایک مخصوص وقت پر اٹھنے کی عادت پڑ جائے تو بغیر الارم کلاک کے اس مخصوص وقت پر آپ کی آنکھ کھل جایا کرتی ہے، تو معلوم ہوا کہ آپ کے جسم کے اندر کے موجود جو آپ کا قدرتی کلاک ہے وہ کام کر رہا ہے۔ اسی طرح قدرت نے انسان کے اندر بہت سارے ایسے نظام مہیا کیے ہوئے ہیں جن کو آپ سمجھ کر اور ان کا صحیح استعمال کر کے اپنی زندگیاں بہتر کر سکتے ہیں۔

بے شک جب ٹینشن آتی ہے تو انسان کے اوسان خطا ہو جاتے ہیں اور وہ بھول جاتا ہے کہ اس نے کس حد تک ٹینشن لینی ہے، اور پھر اس کے شعور اور لاشعور میں ٹینشن حاوی ہو جاتی ہے۔ لیکن اس کو کنٹرول کر لینا انسان کے اختیار میں ہے۔ جب تک وہ شعوری طور پر اس ٹینشن پر اپنی توجہ مبذول کرا کر اس کے آگے بند باندھنے کی کوشش نہیں کرتا، تب تک وہ اپنی زندگی پر کنٹرول حاصل نہیں کر سکتا۔ یہ بات انتہائی اہم ہے کہ ایک انسان کو یہ جانچ لینا چاہیے کہ ایک حد سے زیادہ ٹینشن لے لینے سے نقصان کے علاوہ اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ وہ مخصوص حد کیا ہے؟ یہ ہر انسان کو خود جاننے کی ضرورت ہے۔ جب آپ محسوس کریں گے، اگر آپ ٹینشن کی وجہ سے آپ کے کام میں بہتری کے بجائے تنزلی ہو رہی ہے تو آپ کو اپنے آپ سے خود کلامی کرتے ہوئے وہاں بند باندھ لینا چاہیے۔

بہت سارے ایسے واقعات آئیں گے جب ٹینشن کا عالم اس طرح ہوگا کہ آپ شعوری اور لاشعوری طور پر بریک لگانا بھول جائیں گے یا نہ لگا پائیں گے، لیکن آپ کو ہمت نہیں ہارنی اور کوشش جاری رکھنی ہے۔ دنیا میں بڑی بڑی کامیاب شخصیات ہیں جو کہ انتہائی نازک اور انتہائی اہم معاملات سے منسلک رہے۔ ان میں اور عام آدمی میں صرف یہی فرق ہے کہ وہ اپنی ٹینشن کو ایک حد سے تجاوز کرنے نہیں دیتے۔ جب آپ اپنے خیالات اور احساسات پر شعوری طور پر نظر رکھیں گے تو آپ اندازہ لگا سکیں گے کہ آپ کس کیفیت سے گزر رہے ہیں اور کہاں پر آپ نے اپنی سوچ پر بریک لگانی ہے۔

اسی طرح اس سے ملتا جلتا مسئلہ ڈپریشن کا بھی ہے۔ ڈپریشن کی بڑی وجوہات میں سے ایک وجہ کچھ غلط کرنے یا ناکامی کے بعد کا احساس ہے۔ ہم اکثر اوقات اپنی ناکامیوں کی سزا خود کو ضرورت سے زیادہ دے دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر آج کل کے مقابلے کے دور میں جب ہم تعلیم کے میدان میں اپنے دوست کی طرح پرفارمنس نہیں دے پاتے یا وہ گریڈز یا نمبر حاصل نہیں کر پاتے جس کی ہمیں خواہش تھی، تو اس کی وجہ سے ہم اپنے آپ کو قصوروار ٹھہراتے ہوئے اپنے آپ کو کوستے رہتے ہیں۔ اسی طرح کاروبار کے اندر بھی جب ہم ٹارگٹ کو حاصل نہیں کر پاتے تو اپنے آپ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ سب سے پہلے ہمیں یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ ہم انسان ہیں اور انسان کے معاملات زندگی پر اختیارات انتہائی محدود ہیں۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ تقدیر کا بھی اپنا کردار ہے۔ مثال کے طور پر ایک شخص اپنے گھر سے کام کے لیے نکلتا ہے اور اپنے کام تک پہنچنے سے پہلے ایک ہزار قسم کے خطرات سے گزر رہا ہوتا ہے جس کے بارے میں وہ خود بھی آگاہ نہیں ہوتا۔ اس کو راستے میں کوئی حادثہ بھی پیش آ سکتا ہے۔ انسان کو سمجھ لینا چاہیے کہ اس کی زندگی پر اس کا کنٹرول انتہائی محدود حد تک ہے۔ شاید اتنا محدود جتنا اس کائنات کے اندر اس کا وجود ہے۔

اگر آپ غور کریں تو اتنی بڑی کائنات میں ایک چھوٹا سا سیارہ جسے ہم زمین کہتے ہیں، ہم اس میں رہتے ہیں، جو کہ مسلسل گردش میں ہے۔ پھر یہاں پر ہر قدرتی آفتوں سے گھرے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ یہاں اربوں افراد ہمارے ارد گرد موجود ہیں جن کی حرکات و سکنات کے اثرات ہم پر بالواسطہ اور بلاواسطہ مرتب ہوتے ہیں۔ ان میں سے آپ خود دیکھ لیں کہ بطور انسان آپ کتنے بااختیار ہیں۔ یا پھر یوں کہہ لیں کہ آپ بنیادی طور پر اپنی نیتوں کے ذمہ دار ہیں۔ اگر آپ صدق دل کے ساتھ نیت کر کے کوئی اچھا عمل کرتے ہیں اور اس کا نتیجہ آپ کو فوری طور پر یا دیر سے بھی آپ کو اپنی سوچ کے مطابق نہیں ملتا تو خود کو معاف کر دینا سیکھیں۔ دوسری صورت میں اگر آپ غلط نیت کے ساتھ کوئی بھی عمل کرتے ہیں، اس عمل کا نتیجہ کچھ بھی نکلے، تو اس کے ذمہ دار آپ ضرور ہیں۔ اگر آپ اس حقیقت پر یقین لے آئیں اور آپ اپنی بطور انسان کمزوریوں، کوتاہیوں کو سمجھتے ہوئے خود کو معاف کر دینا شروع کر دیں گے تو بہت حد تک ڈپریشن جیسی ذہنی تکلیف سے بچ سکتے ہیں۔

کیا پورے ملک کو جنتر منتر بنا دینا چاہیے؟

جمہوریت کا مستقبل، عوامی احتجاج اور اقتدار کی جواب دہی کا سوال

غلام مزمل عطا اشرفی
9341137638

ملک کے موجودہ حالات، جمہوری اداروں کی صورت حال، عوامی احتجاج پر عائد ہونے والی پابندیوں اور حکومت کے طرز عمل کو دیکھ کر یہ سوال شدت کے ساتھ ذہن میں ابھرتا ہے کہ کیا اب وقت نہیں آ گیا کہ ملک کے ہر کونے سے جمہوریت کے تحفظ کی آواز بلند ہو؟ کیا اب وقت نہیں آ گیا کہ عوام اپنے آئینی حقوق، اپنی آزادی اور اپنے جمہوری مستقبل کے لیے متحد ہو کر میدان میں اتریں؟ اگر اقتدار کے ایوانوں تک عوام کی آواز نہیں پہنچ رہی، اگر احتجاج کرنے والوں کو احتجاج کے حق سے محروم کیا جا رہا ہے اور اگر جمہوری اداروں کی خود مختاری پر سوالات اٹھ رہے ہیں تو پھر عوام اپنی بات کس دروازے پر لے کر جائیں؟ ملک کے حالات کو دیکھتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ اب جنتر منتر کو محض دہلی کے ایک مخصوص مقام کے بجائے پورے ملک میں جمہوری بیداری کی علامت بن جانا چاہیے۔ ملک کے ہر شہر، ہر قصبے اور ہر گاؤں میں آئین، جمہوریت، انصاف اور عوامی حقوق کے تحفظ کی آواز بلند ہونی چاہیے۔ عوام کو پر امن، آئینی اور منظم طریقے سے اپنے حقوق کے لیے کھڑا ہونا چاہیے، تاکہ اقتدار کے ایوانوں کو یہ احساس ہو کہ جمہوریت کسی حکومت کی جاگیر نہیں، بلکہ عوام کی امانت ہے۔ آج سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ کیا ملک میں جمہوریت محض انتخابات کرانے، ووٹ ڈالنے اور حکومتیں تشکیل دینے تک محدود ہو کر رہ گئی ہے؟ کیا جمہوریت کا مطلب صرف یہ رہ گیا ہے کہ عوام چند سال کے وقفے سے اپنے نمائندے منتخب کریں اور اس کے بعد ان کے فیصلوں، پالیسیوں اور طرز حکمرانی پر سوال اٹھانے کا حق بھی کھو بیٹھیں؟ اگر ایسا ہے تو پھر ہمیں جمہوریت کے حقیقی مفہوم پر سنجیدگی سے غور کرنا ہوگا۔ جمہوریت صرف ووٹ کا نام نہیں؛ یہ اختلاف رائے کے احترام، آزادانہ اظہار، غیر جانب دار اداروں، قانون کی بالادستی، عدالتی آزادی اور حکومت کی جواب دہی کا نام بھی ہے۔ ایک جمہوری ملک میں حکومت کو تنقید سے خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے، بلکہ تنقید کو اپنی اصلاح کا ذریعہ سمجھنا چاہیے۔ عوام کے سوالات کا جواب دینا حکومت کی کمزوری نہیں، اس کی آئینی ذمہ داری ہے۔ لیکن جب حکومت سے سوال کرنے والوں کو ہی مشکوک نگاہوں سے دیکھا جانے لگے، جب احتجاج کرنے والوں کے راستے محدود کیے جائیں اور جب اختلاف رائے کو سیاسی دشمنی سمجھا جانے لگے تو جمہوری نظام کی صحت کے بارے میں تشویش پیدا ہونا فطری ہے۔

احتجاج عوام کا آئینی حق ہے: ہندوستان کا آئین شہریوں کو اظہار رائے اور پر امن اجتماع سمیت بنیادی حقوق فراہم کرتا ہے۔ یقیناً ان حقوق پر قانون کے مطابق معقول پابندیاں عائد کی جا سکتی ہیں، لیکن ان پابندیوں کا مقصد عوام کی آواز کو غیر ضروری طور پر دبانا نہیں، بلکہ حقوق اور امن و امان کے درمیان مناسب توازن قائم کرنا ہونا چاہیے۔ جنتر منتر جیسے مقامات اسی لیے اہم ہیں کہ وہاں عوام اپنے مطالبات پیش کر سکیں، حکومت کی پالیسیوں پر سوال اٹھا سکیں اور اپنے مسائل کی طرف ملک کی توجہ مبذول کرا سکیں۔ اگر کسی احتجاج کو قانونی تقاضوں کے تحت منظم کرنے کی ضرورت ہو تو اس کا حل واضح ضابطوں، شفاف فیصلوں اور مناسب انتظامات کے ذریعے تلاش کیا جانا چاہیے۔ محض اختلاف رائے کی وجہ سے احتجاج کو روک دینا کسی بھی جمہوری معاشرے کے لیے صحت مند طرز عمل نہیں ہو سکتا۔ آخر عوام کہاں جائیں؟ وہ کس سے سوال کریں؟ وہ اپنی شکایات کس کے سامنے رکھیں؟ اگر پارلیمان میں اٹھنے والی آوازیں عوام کے اطمینان کا سبب نہ بن سکیں، اگر حکومت کے سامنے احتجاج کرنے کی گنجائش محدود ہو جائے اور اگر شہریوں کو اپنے حقوق کے لیے سڑکوں پر نکلنے میں دشواری پیش آئے تو عوامی بے چینی میں اضافہ ہونا لازمی ہے۔ ایک ذمہ دار حکومت کو اس بے چینی کی وجوہات سمجھنی چاہییں، نہ کہ صرف اس کے اظہار کو روکنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

الیکشن کمیشن اور جمہوری اداروں پر اعتماد کیوں ضروری ہے؟ کسی بھی جمہوری نظام کی مضبوطی کا انحصار اس بات پر ہوتا ہے کہ اس کے ادارے کتنے شفاف، غیر جانب دار اور عوام کے اعتماد کے مستحق ہیں۔ انتخابات کی نگرانی کرنے والے ادارے کی ذمہ داری خاص طور پر اہم ہوتی ہے، کیونکہ عوام کے ووٹ کی حرمت اور انتخابی عمل کی ساکھ اسی اعتماد سے وابستہ ہے۔ الیکشن کمیشن کے کردار، فیصلوں یا آزادی کے بارے میں جب بھی سوالات اٹھیں تو ان کا جواب شفافیت، حقائق اور قابل اعتماد وضاحتوں کے ذریعے دیا جانا چاہیے۔ انتخابی عمل پر اٹھنے والے سوالات کو محض سیاسی الزام کہہ کر نظر انداز کر دینا کافی نہیں۔ اسی طرح کسی ادارے کے بارے میں لگائے گئے ہر الزام کو بغیر ثبوت کے حقیقت تسلیم کرنا بھی درست نہیں۔ جمہوریت کا تقاضا یہ ہے کہ الزامات کی غیر جانب دارانہ جانچ ہو، شواہد سامنے آئیں اور عوام کے شکوک و شبہات کو دور کرنے کے لیے قابل اعتماد اقدامات کیے جائیں۔ اگر کسی ادارے کے دفاع میں اتنی سیاسی کشمکش پیدا ہو جائے کہ عوام کے ذہنوں میں مزید سوالات جنم لینے لگیں تو حکومت اور متعلقہ اداروں کو اپنے طرز عمل پر غور کرنا چاہیے۔ اداروں کا وقار محض بیانات سے قائم نہیں ہوتا؛ وہ شفاف کارکردگی، غیر جانب داری اور عوامی اعتماد سے قائم ہوتا ہے۔ جمہوریت میں کسی ادارے سے سوال کرنا اس ادارے کو کمزور کرنا نہیں، بلکہ اس کی جواب دہی کو مضبوط بنانا ہے۔ سوالات سے فرار اختیار کرنے کے بجائے ان کا مدلل جواب دینا ہی جمہوری طرز حکمرانی کی پہچان ہے۔

کیا ملک میں بادشاہی طرز حکمرانی فروغ پا رہا ہے؟ آج عوام کے ایک طبقے میں یہ احساس بڑھ رہا ہے کہ حکومت اور عوام کے درمیان فاصلہ بڑھتا جا رہا ہے۔ اقتدار کے فیصلوں پر سوال اٹھانے والوں اور حکومت کے ناقدین کے لیے سیاسی فضا کس قدر سازگار ہے، یہ ایک اہم بحث ہے۔ اگر حکومت خود کو عوام کے سامنے جواب دہ سمجھنے کے بجائے ہر تنقید کو اپنے خلاف سازش تصور کرنے لگے تو جمہوری اقدار متاثر ہوتی ہیں۔

بادشاہی اور جمہوریت کے درمیان بنیادی فرق یہی ہے کہ بادشاہی میں اقتدار کو جواب دہی سے بالاتر سمجھا جا سکتا ہے، جبکہ جمہوریت میں اقتدار عوام کی امانت ہوتا ہے۔ حکومتیں مستقل نہیں ہوتیں، مگر ریاستی ادارے، آئینی اقدار اور عوام کے حقوق مستقل اہمیت رکھتے ہیں۔ کسی بھی منتخب حکومت کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ انتخابی کامیابی کو ہر فیصلے کی غیر مشروط توثیق سمجھ لے۔ عوام نے کسی جماعت یا اتحاد کو حکومت چلانے کا اختیار دیا ہو تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ عوام کے سوالات سے آزاد ہو گیا۔ انتخابی کامیابی حکومت بنانے کا حق ضرور دیتی ہے، لیکن آئین، قانون اور بنیادی حقوق سے بالاتر ہونے کا اختیار نہیں دیتی۔ ایک منتخب حکومت بھی اسی وقت مضبوط اور معتبر رہتی ہے جب وہ اپنے ناقدین کو برداشت کرے، اختلاف رائے کا احترام کرے اور اپنی پالیسیوں کے نتائج کی وضاحت کرنے کے لیے تیار ہو۔ اگر ملک میں جمہوریت کے ادارے کمزور ہوں، عوامی آواز کو اہمیت نہ دی جائے اور اقتدار چند ہاتھوں میں سمٹتا ہوا محسوس ہو تو اس پر بحث اور تنقید ضروری ہو جاتی ہے۔ ان خدشات کا جواب نعروں یا الزامات سے نہیں، بلکہ شفاف طرز حکمرانی، مضبوط اداروں اور عوامی اعتماد کی بحالی سے دیا جا سکتا ہے۔

حکومت کی تبدیلی کا فیصلہ عوام کا حق ہے: جمہوری نظام میں حکومتیں ہمیشہ عوام کے اعتماد اور آئینی طریق کار کے تابع رہتی ہیں۔ اگر شہری کسی حکومت کی پالیسیوں سے مطمئن نہ ہوں، اس کے طرز حکمرانی کو اپنے مفادات کے خلاف سمجھیں یا یہ محسوس کریں کہ ان کے حقوق محفوظ نہیں رہے تو انہیں اپنی ناراضی ظاہر کرنے، سیاسی متبادل کی حمایت کرنے اور آئینی ذرائع سے حکومت کی تبدیلی کے لیے جدوجہد کرنے کا حق حاصل ہے۔ حکومت کو اقتدار سے ہٹانے کا مطالبہ بھی جمہوری سیاست کا حصہ ہو سکتا ہے، بشرطیکہ اس کے لیے اختیار کیے جانے والے طریقے پر امن اور آئینی ہوں۔ عوامی احتجاج، سیاسی تنظیم سازی، عوامی مباحثے، آزاد صحافت، انتخابی عمل اور قانونی جدوجہد ایسے ذرائع ہیں جن کے ذریعے شہری اپنی سیاسی رائے کا اظہار کر سکتے ہیں۔

جمہوریت بچانا صرف سیاست دانوں کی نہیں، عوام کی بھی ذمہ داری ہے: جمہوریت کا تحفظ صرف کسی ایک سیاسی جماعت، رہنما یا ادارے کی ذمہ داری نہیں۔ یہ پورے معاشرے کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔ شہریوں کو اپنے حقوق کے ساتھ دوسروں کے حقوق کا بھی احترام کرنا ہوگا۔ اختلاف رائے رکھنے والوں کو دشمن سمجھنے کے بجائے ان کی بات سننے کا حوصلہ پیدا کرنا ہوگا۔ میڈیا کو حقائق پر مبنی رپورٹنگ کرنی ہوگی، سیاسی جماعتوں کو جمہوری اصولوں کی پاس داری کرنی ہوگی اور اداروں کو اپنی غیر جانب داری ثابت کرنے کے لیے شفاف انداز میں کام کرنا ہوگا۔ جمہوریت اس وقت کمزور ہوتی ہے جب عوام اپنے حقوق سے لاتعلق ہو جائیں، جب سیاسی اختلاف نفرت میں تبدیل ہو جائے اور جب طاقت ور حلقے خود کو احتساب سے بالاتر سمجھنے لگیں۔ اس کے برعکس جمہوریت اس وقت مضبوط ہوتی ہے جب شہری بیدار ہوں، ادارے جواب دہ ہوں، قانون سب کے لیے یکساں ہو اور حکومتیں عوامی مفاد کو اپنی اولین ترجیح بنائیں۔ ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ہندوستان جیسے متنوع ملک میں جمہوریت کا تحفظ تمام شہریوں کے مفاد میں ہے۔ یہاں مختلف مذاہب، زبانوں، تہذیبوں اور سیاسی نظریات سے تعلق رکھنے والے لوگ آباد ہیں۔ ان سب کے حقوق کا احترام اور ان کے لیے مساوی مواقع کی فراہمی ہی ایک مضبوط جمہوری معاشرے کی بنیاد ہے۔ جمہوریت کسی ایک جماعت یا طبقے کی ملکیت نہیں، بلکہ پورے ملک کے شہریوں کا مشترکہ سرمایہ ہے۔

اب فیصلہ کن سوال: ہم کس قسم کا ہندوستان چاہتے ہیں؟

آج ملک کے سامنے اصل سوال یہ ہے کہ ہم ایسا ہندوستان چاہتے ہیں جہاں حکومت سے سوال کرنا شہری کی ذمہ داری اور حق سمجھا جائے، یا ایسا ماحول جہاں سوال کرنے والے کو ہی مسئلہ تصور کیا جائے؟ ہم ایسا جمہوری نظام چاہتے ہیں جہاں ادارے قانون کے مطابق آزادانہ کام کریں، یا ایسا طرز حکمرانی جہاں ہر اختلاف کو اقتدار کے لیے خطرہ سمجھا جائے؟ ہم ایسی سیاست چاہتے ہیں جہاں عوامی مسائل پر گفتگو ہو، یا ایسی سیاست جہاں اقتدار کی حفاظت عوامی فلاح سے زیادہ اہم ہو جائے؟ ان سوالات کا جواب صرف حکومت کو نہیں، پورے معاشرے کو دینا ہوگا۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ آنے والی نسلوں کو ایک مضبوط، آزاد اور جمہوری ہندوستان ملے تو آج ہمیں آئینی اقدار کے تحفظ کے لیے سنجیدہ ہونا ہوگا۔ جمہوریت کو محض کتابوں، تقریروں اور سرکاری دستاویزات تک محدود نہیں رہنے دیا جا سکتا؛ اسے عوام کی روزمرہ زندگی میں محسوس بھی ہونا چاہیے۔ ملک کے موجودہ حالات میں جنتر منتر کو پورے ہندوستان کی علامت بنانے کا خیال اسی جمہوری بے چینی کا اظہار ہے۔ یہ اس خواہش کی علامت ہے کہ عوام کی آواز سنی جائے، حکومت جواب دہ ہو، ادارے شفاف انداز میں کام کریں اور آئینی حقوق کی حفاظت کی جائے۔ اگر عوام کو اپنے مستقبل کے بارے میں تشویش ہے تو انہیں خاموش رہنے کے بجائے اپنے حقوق کے لیے پر امن اور منظم جدوجہد کرنی چاہیے۔

حکومتیں آتی جاتی رہتی ہیں، سیاسی جماعتیں عروج و زوال سے گزرتی ہیں، لیکن ملک اور اس کا آئین کسی ایک حکومت سے کہیں زیادہ اہم ہیں۔ کسی بھی حکومت کی اصل کامیابی اس بات میں نہیں کہ وہ کتنے عرصے تک اقتدار میں رہی، بلکہ اس بات میں ہے کہ اس نے عوام کے حقوق، اداروں کی آزادی اور جمہوری اقدار کو کتنا مضبوط کیا۔ اگر آج جمہوریت کے تحفظ کے لیے سنجیدہ کوششیں نہ کی گئیں تو آنے والی نسلیں ہم سے سوال کر سکتی ہیں کہ جب جمہوری اقدار کو خطرات لاحق تھے، تب ہم نے کیا کیا؟ اسی لیے وقت کا تقاضا ہے کہ عوام بیدار رہیں، ادارے اپنی ذمہ داریاں ادا کریں، حکومت اپنے طرز عمل پر نظر ثانی کرے اور ملک میں ایسا سیاسی ماحول قائم ہو جہاں اختلاف رائے کو برداشت کیا جائے، احتجاج کو آئینی حق سمجھا جائے اور اقتدار کو عوام کے سامنے جواب دہ رکھا جائے۔ کیونکہ جمہوریت صرف کاغذ پر درج چند الفاظ کا نام نہیں؛ جمہوریت عوام کے زندہ حقوق، ان کی آزاد آواز اور ان کے منتخب مستقبل کا نام ہے۔ اگر عوام کی آواز کمزور پڑ جائے تو جمہوریت کا وجود بھی خطرے میں پڑ سکتا ہے۔ اس لیے آج سب سے ضروری کام یہ ہے کہ ملک کو محض انتخابی جمہوریت نہیں، بلکہ حقیقی، مضبوط، جواب دہ اور عوام دوست جمہوریت بنانے کے لیے آئینی اور پر امن جدوجہد کی جائے۔

کانگریس پارٹی دستور، جمہوریت اور ووٹ کی حفاظت کرے گی: ریونت ریڈی

دہلی میں الیکشن کمیشن کے خلاف نوجوانوں کے احتجاج پر راہول گاندھی کے ٹوئیٹ کو چیف منسٹر نے ری ٹوئیٹ کیا

حیدرآباد۔ : چیف منسٹر ریونت ریڈی نے ملک میں جمہوری اقدار اور ووٹرس کے حقوق کے تحفظ کا عزم ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ کانگریس پارٹی اور اپوزیشن متحد ہوکر بی جے پی کے زیر قیادت مرکزی حکومت کی جانب سے کی جانے والی ناانصافیوں کا خاتمہ کریں گے۔ انہوں نے واضح کیا کہ گزشتہ ایک دہائی میں ملک کے جمہوری اداروں کے ساتھ جو کھلواڑ کیا گیا ہے اسے اب دہرانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ سوشیل میڈیا پلیٹ فارم ایکس پر قائد اپوزیشن لوک سبھا راہول گاندھی کے ایک وائرل ٹوئیٹ کو ری ٹوئیٹ کرتے ہوئے چیف منسٹر ریونت ریڈی نے کہا کہ وہ ہر قیمت پر ملک کے عوام اور نوجوانوں کی آواز بنیں گے۔ انہوں نے ’آیئے ووٹ کی حفاظت کریں‘ کے نعرے کے ساتھ جمہوریت اور الیکشن کمیشن کی غیر جانبداری کے تحفظ کے لیے عوامی جدوجہد کو تیز کردیا۔ قبل ازیں سنٹرل الیکشن کمیشن کے رویے اور ووٹرلسٹوں کی مبینہ دھاندلیوں کے خلاف دہلی میں نوجوانوں اور طلبہ تنظیموں کے زبردست احتجاجی مظاہرے پر راہول گاندھی نے سخت ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے دہلی پولیس کی جانب سے مظاہرین کو حراست میں لیے جانے اور جمہوری انداز میں منظم کیے جانے والے پرامن احتجاج کو روکنے کی کوششوں پر سخت برہمی کا اظہار کرتے ہوئے وزیراعظم نریندر مودی کو چیلنج کیا اور کہا کہ ہم ملک کے نوجوانوں کے ساتھ مضبوطی سے کھڑے ہیں اور اس عوامی جدوجہد کو کسی قیمت پر رکنے نہیں دیں گے۔ مودی جی مظاہرین اور نوجوانوں کو روکنے کیلئے آپ پولیس کی طاقت کا بھرپور استعمال کرلیں چاہے 10 ہزار پولیس لائیں‘ 20 ہزار لائیں یا 50 ہزار پولیس کی فورس لائیں ہمارے تمام قائدین اور نوجوانوں کو گرفتار کرلیں۔ آپ جو چاہے کرلیں۔ ہم اپنے موقف سے ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ چیف منسٹر ریونت ریڈی نے راہول گاندھی کے اس عزم کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا کہ بی جے پی حکومت اخلاقی اقدار کھوچکی ہے اور قومی اداروں کا بے جا استعمال کررہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ملک کا ہر ووٹر اب بیدار ہوچکا ہے اور کانگریس پارٹی جمہوریت اور ووٹ کی حفاظت کیلئے ہر سطح پر لڑائی جاری رکھے گی۔

قوم مسلم کا سب سے بڑا نقصان، بے ضمیری اور احساس کی موت: مولانا ڈاکٹر احسن بن محمد الحمومی

حیدرا?باد، (راست) مولانا حافظ ڈاکٹر احسن بن محمد الحمومی القادری (امام وخطیب شاہی مسجد باغ عام) نے شاہی مسجد باغ عام میں نماز جمعہ سے قبل خطاب میں کہا ہے کہ انسان کی عمر کے مختلف حصوں میں اس کی ضروریات اور ترجیحات بدلتی رہتی ہیں۔ کوئی کم عمر بچے کی فکر اس کی اپنی حفاظت اور بنیادی ضروریات تک محدود رہتی ہے۔ پانچ سال کا بچہ اپنے علاوہ دوسروں کا خیال رکھتا ہے۔ جیسے اس کے بھائی کو کتا کاٹ لے تو اس کو بھی تکلیف کا احساس ہوتا ہے۔ یہ احساس اور زندہ دلی ہی کسی انسان کی پہچان ہوتی ہے۔ زندگی تو بے شمار لوگ جیتے ہیں ؛لیکن تاریخ انسانی میں ان ہی لوگوں کا نام باقی رہتا ہے اور ان ہی لوگوں کو یاد کیا جاتا ہے؛ جو احساس، فکر اور شعور کی زندگی گزارتے ہیں۔ مولانا احسن الحمومی نے کہا ہے کہ ا?ج کے جدید ترقی یافتہ دور میں بھی ہم میں سے ہر ایک ’عدم احساس‘ کی بیماری میں مبتلا ہے اور یہ کووڈ سے بھی زیادہ بڑی وبا ہے، جو ہم سب میں پھیل چکی ہے۔ اللہ والے ہمارے اندر احساس کے دولت کو پیدا کرتے ہیں۔ یہ اہل اللہ عام انسانوں میں احساس کو اتنا بڑھاتے ہیں کہ انھیں دنیا کے احساس کے ساتھ ا?خرت کا بھی احساس دلاتے ہیں۔ انسان دنیا میں نہایت حساس ہوکر ا?خرت کا بھی خیال رکھتا ہے۔ دنیا میں غلطی نہیں کرتا کہ کہیں ا?خرت میں اس پر پکڑ نہ ہو۔ احساس کی موت کی وجہ سے دینی کام بھی شوق یا خوف سے نہیں ہورہے ہیں بلکہ ایک معمول بن گیا ہے۔ ہمیں اس سے نکلنا ہوگا۔ زندگی کا مزہ احساس میں ہے۔ برائی کو دیکھ کر اسے برا سمجھنا ایمان کا ا?خری درجہ ہے۔ اگر ہمیں برائی کو برا سمجھنے کا احساس ہی نہ رہا تو اندازہ کیجیے کہ ہمارے ایمان کی کیا حالت ہے! ہم تو اب گناہوں کے بارے میں بے حساس اور بے غیرت ہورہے ہیں۔ چوری، قتل وغارت گری، زنا اور دیگر گناہوں پر ہمیں بے چین ہونا ضروری ہے۔ اگر ہم ان کے بارے میں بے حس ہوگئے تو ان سب کا چلن عام ہوگا۔ یہ بے حسی قوموں کا خاتمہ بن جاتی ہے۔ دہلی کے جنتر منتر پر مسلمانوں پر ہورہے ظلم کے احساس ہی کی وجہ سے مظاہرہ کررہے ہیں اور اس کا اظہار سوشل میڈیا پر کیا جارہا ہے۔ لیکن ہمیں خود اس کا احساس نہیں ہے۔ ان سخت ترین حالات میں بھی قوم کے نوجوانوں میں کوئی سنجیدگی نہیں ہے۔ کوئی احساس ذمہ داری نہیں ہے۔ چند برس پہلے تک حیدرا?باد میں کوئی واقعہ پیش ا?تا تو لوگ جمع ہوکر اس کے ازالے کی کوشش کرتے اور لائحہ عمل تیار کرتے تھے۔ لیکن اب یہ فکر ہی ختم ہوگئی ہے۔ ا?ج امت کے کسی بھی مسئلہ پر غور وفکر ہی نہیں کیا جارہا ہے۔ ہم لوگ اب جیتے جی مرچکے ہیں۔ اقبال نے کہا تھا کہ ”موت ہے وہ زندگی جس میں نہ ہو انقلاب/ روح امم کی حیات کشمکش انقلاب“ جب کسی پتہ میں اس کی زندگی کا احساس ختم ہوجاتا ہے اور وہ درخت سے اپنا رشتہ توڑ کر نیچے گرجاتا ہے تو وہ خس و خاشاک کی طرح بہہ جاتا ہے۔ یہی بے ضمیری اور بے احساسی ہمیں بھی درخت کے سوکھے پتوں کی طرح بہالے جائے گی۔ ہمیں اپنے ذمہ داری کا احساس کرنا ہوگا۔ ہمیں رات دیر گئی دعوتوں کا بائیکاٹ کرنا چاہیے۔ ہماری قوم رات رات دعوتوں میں مصروف رہ کر دن دیر گئے تک سوئی رہ رہی ہے۔ ا?خر کیا بات ہے کہ دوسری قومیں اپنے احساس کا ثبوت دے رہی ہیں اور وہ ذمہ دار بن رہی ہیں لیکن ہم ہے کہ ہمیں کچھ بھی احساس نہیں ہے۔ ہم انتہائی خطرناک صورتحال میں جی رہے ہیں۔ اگر اب نہیں جاگیں گے تو یہ موقع بھی ہاتھ سے نکل جائے گا۔

حیدرآباد میں بھی مخالف الیکشن کمیشن مہم میں شدت کا امکان

حیدرا?باد 11 اکٹوبر (سیاست نیوز) الیکشن کمیشن کے خلاف شروع ہوئی مہم مختلف ریاستوں اور شہروں کے بعد اب حیدرا?باد میں بھی شدت اختیار کرنے لگی ہے اور شہر کے مختلف مقامات پر احتجاج میں شدت کے امکانات کے تحت چوکسی اختیار کی جارہی ہے۔ دہلی میں پولیس مظالم‘ احتجاجی طلبہ‘ سیاستدانوں‘ سماجی جہدکاروں‘ صحافیوں کے علاوہ جنتر منتر کے قریب پہنچنے والوں کو حراست میں لینے کے خلاف شہر میں بھی احتجاجی ریالیاں نکالنے کے ساتھ S.I.R کو رد کرنے اور گیانیش کمار کو برطرف کرنے کا مطالبہ شدت اختیار کرچکا ہے۔ کل سوندریا وگنان کیندر باغ لنگم پلی سے اشوک نگر اور دیگر علاقوں میں نکالی جانے والی ریالیوں کے بعد ا?ج تمام طلبہ تنظیموں نے اندرا پارک کے قریب بڑے پیمانے پر احتجاجی مظاہرہ منعقد کرکے گیانیش کمار کے استعفیٰ کا مطالبہ کرنے اور دونوں شہروں میں احتجاجی پروگرامس منعقد کرنے کا اعلان کیا ہے۔ فہرست رائے دہندگان سے ناموں کو حذف کرنے کے معاملہ میں اس احتجاج میں شدت پیدا نہ ہونے کی مختلف گوشوں سے شکایت کی جارہی تھی اور کہا جارہا تھا کہ تلنگانہ بالخصوص حیدرا?باد میں کوئی مظاہرہ نہیں کیا گیا لیکن اب جبکہ دہلی میں حالات انتہائی سنگین موڑ اختیار کرچکے ہیں تو حیدرا?باد کی مختلف جامعات میں زیر تعلیم طلبہ اور ان کی تنظیموں کی جانب سے الیکشن کمیشن اور چیف الیکشن کمشنر گیانیش کمار کی معطلی اور ان کے خلاف کاروائی کے مطالبہ میں شدت پیدا کرنے اور یونیورسٹی کیمپس کے علاوہ شہر کے مصروف علاقوں میں احتجاجی مظاہروں کے ذریعہ عوام میں شعور اجاگر کرنے اور انہیں اس تحریک سے جوڑنے مہم چلانے کی منصوبہ بندی کی جارہی ہے۔ بتایا گیا کہ شہر میں موجود مرکزی جامعات وریاستی جامعات میں طلبہ تنظیموں اور ان کے قائدین کے علاوہ سرگرم جہدکاروں کی سرگرمیوں پر پولیس کی جانب سے گہری نظر رکھنے اقدامات کئے جانے لگے ہیں تاکہ کسی طرح کے نظم وضبط کے مسائل پیدا نہ ہوں۔ تلنگانہ کی سیاسی جماعتوں کی جانب سے اس معاملہ سے دوری پر بھی متعدد گوشوں سے اعتراض کیا جانے لگا ہے جبکہ تلنگانہ کی اپوزیشن جماعت بھارت راشٹر سمیتی نے گذشتہ دو یوم سے اس مسئلہ پر کھل کر اظہار خیال شروع کردیا ہے اور ذرائع کے مطابق بی ا?ر ایس قائدین بھی گیانیش کمار کے خلاف کاروائی کے مطالبہ میں شدت پیدا کرنے کے علاوہ ملک کی اپوزیشن جماعتوں کے ساتھ احتجاج میں شامل ہونے کے متعلق غور کرنے لگے ہیں۔ تلنگانہ میں بی ا?ر ایس سیاسی اعتبار سے الیکشن کمیشن کے خلاف احتجاج کا ا?غاز کرتی ہے اور طلبہ اور تنظیموں کے ساتھ کھڑی ہوتی ہے تو ریاست میں احتجاج میں مزید شدت پیدا ہونے کے امکانات ہیں۔

سی بی آئی اور ای ڈی کے بعد اب الیکشن کمیشن کے ذریعہ اقتدار کا تحفظ

ریونت ریڈی کا الزام، مخالف بی جے پی ووٹ حذف کرنے کی سازش، 13 کروڑ نام ملک میں خارج، دہلی میں چیف منسٹر کی میڈیا سے بات چیت

حیدرآباد۔ چیف منسٹر ریونت ریڈی نے کہا کہ رائے دہی ہر ہندوستانی شہری کا دستوری حق ہے لیکن بی جے پی اور الیکشن کمشنر گیانیش کمار ملک میں SIR مہم کے ذریعہ رائے دہندوں کی تعداد کو کم کرنے کی سازش کررہے ہیں۔ چیف منسٹر نے نئی دہلی میں میڈیا کے نمائندوں سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ ایک طرف ملک کی آبادی 140 کروڑ ہوچکی ہے لیکن ایس آئی آر مہم کے ذریعہ رائے دہندوں کی تعداد میں گھٹانے کی سازش ہے۔ انہوں نے کہا کہ آبادی میں جب اضافہ ہورہا ہے تو رائے دہندوں کی تعداد بھی بڑھنی چاہئے۔ سابق میں SIR مہم کے ذریعہ نئے ناموں کو فہرست میں شامل کیا گیا لیکن فی الوقت اس مہم کے ذریعہ کمزور طبقات اور اقلیتوں کے ناموں کو حذف کیا جارہا ہے۔ انہوں نے الزام عائد کیا کہ وزیراعظم نریندر مودی نے انفورسمنٹ ڈائرکٹوریٹ، سی بی آئی اور انکم ٹیکس جیسے اداروں کا استعمال کرتے ہوئے اپنے اقتدار کا تحفظ کیا لیکن تحقیقاتی ایجنسیوں کے بجائے الیکشن کمیشن کا استعمال کرتے ہوئے اقتدار کا تحفظ کیا جارہا ہے۔ فہرست رائے دہندگان سے مخالف بی جے پی رائے دہندوں کے نام حذف کئے جارہے ہیں۔ چیف الیکشن کمشنر گیانیش کمار کو ذمہ داری دی گئی ہے کہ وہ مخالف بی جے پی ناموں کو فہرست سے ڈیلیٹ کریں۔ چیف منسٹر نے کہا کہ نوجوانوں، بیروزگاروں، غریبوں اور کمزور طبقات کو اس مہم کے ذریعہ نشانہ بنایا جارہا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ الیکشن کمیشن کے دو کمشنرس نے گیانیش کمار کی بے قاعدگیوں اور یکطرفہ فیصلوں کی مخالفت کی ہے۔ چیف منسٹر نے کہا کہ گیانیش کمار کی جانب سے یکطرفہ فیصلوں کے ثبوت برسر عام آچکے ہیں اور مرکزی حکومت ان کا تحفظ کررہی ہے۔ چیف منسٹر نے کہا کہ ایسی ریاستیں جہاں ایس آئی آر نہیں کیا گیا وہاں بی جے پی کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ بہار اور مغربی بنگال میں ووٹ چوری کے ذریعہ بی جے پی کو کامیابی ملی ہے۔ ریونت ریڈی نے نریندر مودی سے سوال کیا کہ آخر گیانیش کمار کا تحفظ کیوں کیا جارہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ملک کے نوجوان گیانیش کمار کی برطرفی کے لئے سڑکوں پر اتر آئے ہیں اور راہول گاندھی کی قیادت میں احتجاج اس وقت تک جاری رہے گا جب تک چیف الیکشن کمشنر کو برطرف نہ کیا جائے۔ ریونت ریڈی نے کہا کہ ووٹ چوری کے خلاف یہ تحریک دراصل آزادی کی دوسری جدوجہد کی طرح ہے۔ عوام کے دستوری حق کو بچانے کیلئے راہول گاندھی کی جدوجہد میں ہر کسی کو شامل ہونا چاہئے۔ الیکشن کمشنر کے تقرر کے طریقہ کار میں تبدیلی پر تنقید کرتے ہوئے ریونت ریڈی نے کہا کہ چیف الیکشن کمشنر کے تقرر کیلئے وزیراعظم، لوک سبھا میں قائد اپوزیشن اور چیف جسٹس آف انڈیا پر مشتمل کمیٹی کی روایت تھی لیکن نریندر مودی حکومت نے چیف جسٹس کو علحدہ کرتے ہوئے مرکزی وزیر کو شامل کرلیا تاکہ اکثریتی بنیاد پر فیصلہ کیا جاسکے۔ ریونت ریڈی نے کہا کہ مودی حکومت اور گیانیش کمار کے خلاف ملک بھر میں نوجوان سڑکوں پر آچکے ہیں۔ 2014 میں ملک میں رائے دہندوں کی تعداد 81 کروڑ تھی جو 2019 میں بڑھ کر 91 کروڑ ہوچکی ہے۔ انہوں نے کہا کہ 2023 میں ملک کے جملہ رائے دہندے 97 کروڑ تھے۔ SIR مہم کے ذریعہ 13 کروڑ نام خارج کردیئے گئے۔ انہوں نے کہا کہ آبادی میں اضافہ لیکن رائے دہندوں کی تعداد میں کمی باعث حیرت ہے۔ بی جے پی فہرست رائے دہندگان سے 20 کروڑ نام حذف کرنے کی سازش کررہی ہے۔ برطانوی سامراج میں مجاہدین آزادی نے سائمن گو بیاک کا نعرہ لگایا تھا اور آج عوام SIR گو بیاک کا نعرہ لگارہے ہیں۔ چیف منسٹر نے کہا کہ کانگریس پارٹی ملک میں ووٹ چوری کی ہرگز اجازت نہیں دے گی۔

جنتر منتر کو احتجاجی مقام سے ہٹائے جانے کی تمام عرضیوں پر 15 اکتوبر کو سپریم کورٹ میں ہوگی سماعت

دہلی میں احتجاجی مظاہروں سے متعلق عرضیوں پر سپریم کورٹ 15 اکتوبر کو سماعت کرے گی۔ عدالت عظمیٰ نے واضح کیا ہے کہ وہ اس معاملے سے متعلق تمام عرضیوں پر ایک ساتھ سماعت کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ سپریم کورٹ نے مرکزی حکومت کی اس درخواست کو بھی منظور کرلیا، جس میں 2 عرضیوں پر جواب داخل کرنے کے لیے جمعرات تک کا وقت مانگا گیا تھا۔ ان میں سے ایک عرضی میں حکام کے خلاف توہین عدالت کی کارروائی کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ الزام ہے کہ حکام نے سپریم کورٹ کے 8 اکتوبر کے حکم پر عمل نہیں کیا۔ اس حکم میں دہلی میں احتجاجی مظاہروں کے دوران دہلی میٹرو، ریلوے خدمات اور بعض شہری خدمات پر عائد مکمل پابندی ہٹانے کی ہدایت دی گئی تھی۔ دوسری عرضی میں پولیس پر احتجاج سے وابستہ لوگوں کو مبینہ طور پر حراست میں لینے کا الزام لگایا گیا ہے۔ وہیں جنتر منتر سے متعلق دائر عرضی پر بھی 15 اکتوبر کو سماعت ہونے کا امکان ہے۔ اسی دوران جنتر منتر کو احتجاجی مظاہروں کے لیے مقررہ مقامات کی فہرست سے ہٹانے کے دہلی پولیس کے فیصلے کو بھی چیلنج کیا گیا ہے۔ اس معاملے میں سپریم کورٹ میں عرضی دائر کی گئی ہے۔ عرضی میں کہا گیا ہے کہ اعلیٰ عدالت پہلے ہی جنتر منتر پر محدود اور منظم طریقے سے احتجاجی مظاہروں کی اجازت دے چکی ہے۔ ایسے میں احتجاجی مقام کی فہرست سے ہٹانے کے فیصلے پر سوال اٹھائے گئے ہیں۔ عرضی میں دہلی پولیس کی جانب سے احتجاج کے لیے مقرر کیے گئے نئے مقامات پر بھی تشویش کا اظہار کیا گیا ہے۔ اس میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ بعض نئے مقامات دہلی کے کچرا پھینکنے کے مراکز کے قریب ہیں، جس کی وجہ سے مظاہرین کو وہاں احتجاج کرنے میں دشواری ہوسکتی ہے۔ جنتر منتر سے متعلق عرضی میں سپریم کورٹ کے 2018 کے فیصلے کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اس معاملے میں عدالت نے پرامن احتجاج کے حق اور مقامی رہائشیوں کو ہونے والی پریشانیوں کے درمیان توازن قائم کرنے کی ضرورت پر زور دیا تھا۔ اب عرضی کے ذریعے سوال اٹھایا گیا ہے کہ جنتر منتر کو فہرست سے ہٹانے کا فیصلہ عدالتی ہدایات کے مطابق ہے یا نہیں۔

گیانیش کمار ووٹ چوری میں مودی کے آلہ کار، ریونت ریڈی کا الزام

گوا میں کانگریس کی یاترا میں شرکت، گوا سے تلنگانہ کو ڈرگس کی منتقلی، دہلی میں آئندہ حکومت کانگریس کی ہوگی

حیدرآباد۔ چیف منسٹر ریونت ریڈی نے الزام عائد کیا کہ بی جے پی ملک میں اقتدار کے حصول کے لئے چیف الیکشن کمشنر گیانیش کمار کا استعمال کررہی ہے۔ وزیراعظم نریندر مودی نے کامیابی کے لئے گیانیش کمار کے ذریعہ ملک بھر میں ووٹ چوری کو انجام دیا۔ ریونت ریڈی آج گوا میں کانگریس پارٹی کی پدیاترا سے خطاب کررہے تھے۔ ”گوا بچاؤ“ کے عنوان سے مقامی بی جے پی حکومت کے ناکامیوں کے خلاف تمام 40 اسمبلی حلقہ جات میں پدیاترا کا اہتمام کیا گیا ہے۔ گوا کے انچارج مانک راؤ ٹھاکر کے ہمراہ ریونت ریڈی نے پدیاترا میں حصہ لیتے ہوئے عوام سے اپیل کی کہ 2027 کے انتخابات میں کانگریس کو کامیاب بناتے ہوئے نئی دہلی میں بی جے پی کے خاتمہ کو یقینی بنائیں۔ انہوں نے کہا کہ گوا کے راستے سے دہلی میں کانگریس پارٹی اقتدار حاصل کرے گی۔ انہوں نے کہا کہ کانگریس کی لہر ملک بھر میں دیکھی جارہی ہے اور اترپردیش اور گوا کے اسمبلی انتخابات میں کانگریس کی کامیابی یقینی ہے اور راہول گاندھی کی قیادت میں نئی دہلی میں حکومت تشکیل دی جائے گی۔ چیف منسٹر نے کہا کہ ووٹ چوری کے خلاف راہول گاندھی مہم کی قیادت کررہے ہیں۔ انہوں نے بی جے پی پر علاقہ، زبان اور مذہب کی بنیاد پر عوام کو تقسیم کرنے کا الزام عائد کیا اور کہا کہ عوام تقسیم کی سیاست سے عاجز آچکے ہیں۔ انہوں نے گوا کے قائدین اور کارکنوں سے اپیل کی کہ وہ متحدہ طور پر الیکشن میں حصہ لیتے ہوئے کانگریس کی کامیابی کو یقینی بنائیں۔ انہوں نے کہا کہ انتخابات میں جو جیتتا وہی سکندر رہتا ہے اور کانگریس کارکنوں کو الیکشن جیتنے کی تیاری کرنی چاہئے۔ ریونت ریڈی نے کہا کہ بی جے پی نے گوا کو ڈرگس کے مرکز میں تبدیل کردیا ہے۔ تلنگانہ کو گوا سے ڈرگس سربراہ کیا جارہا تھا جس کے خلاف حکومت نے سخت کارروائی کی ہے۔ ڈرگس کی روک تھام کے لئے ایگل نامی ادارہ قائم کیا گیا اور پولیس نے گوا پہنچ کر منشیات کے تاجرین کو حراست میں لیا۔ انہوں نے کہا کہ مرکزی حکومت نشہ مکت بھارت کا اعلان کرتی ہے لیکن گوا میں ڈرگس کی حوصلہ افزائی کی جارہی ہے جس کے نتیجہ میں گوا کا امیج متاثر ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ نوجوان نسل کے مستقبل کو بچانے کے لئے گوا سے ڈرگس کا خاتمہ ضروری ہے۔ انہوں نے کہا کہ گوا میں بی جے پی دراصل ’راون‘ ہے اور کانگریس ’رام‘ راون کو ہرانے کے لئے عوام کو چاہئے کہ وہ رام کا ساتھ دیں۔ انہوں نے عوام سے اپیل کی کہ وہ 2027 انتخابات میں سوچ سمجھ کر فیصلہ کریں اور توڑ جوڑ کی سیاست سے حکومت بنانے والی بی جے پی کو شکست دیں۔

اقوام متحدہ میں تلنگانہ کے رکن پارلیمنٹ انیل کمار یادو کا خطاب

عالمی اقتصادی نظام اور کریڈٹ ریٹنگ میں اصلاحات و دیگر امور پر روشنی ڈالی

حیدرآباد۔ : کانگریس کے رکن راجیہ سبھا انیل کمار یادو نے نیویارک میں منعقدہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی (UNGA) کے اجلاس میں ہندوستان کی نمائندگی کرتے ہوئے خطاب کیا۔ 9 اکٹوبر کو میکرو اکنامک پالیسی کے سوالات اور ترقی کے لیے مالی اعانت کے موضوع پر منعقدہ اقوام متحدہ کی دوسری کمیٹی کے مشترکہ مباحثے میں ہندوستان کا موقف رکھتے ہوئے انیل کمار یادو نے ایک منصفانہ عالمی تجارتی نظام، سستی ترقیاتی مالیت اور مضبوط بین الاقوامی تعاون کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے ایک شفاف اور قواعد پر مبنی عالمی تجارتی نظام کی ضرورت پر زور دیا جو ترقی پذیر ممالک کے مفادات کی نگہبانی کرے اور غذائی تحفظ کی ضمانت دیں۔ ساتھ ہی سستی ترقیاتی مالیات، منصفانہ کریڈٹ ریٹنگ اور بین الاقوامی مالیاتی اداروں میں ترقی پذیر ممالک کو زیادہ نمائندگی دینے کا مطالبہ کیا۔ کانگریس کے رکن راجیہ سبھا نے قرضوں کے بہتر انتظام میں مضبوط بین الاقوامی تعاون، غیر قانونی مالیاتی بہاؤ کی روک تھام اور منصفانہ و موثر ٹیکنیک نظام کو فروغ دینے کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ ڈیجیٹل تبدیلی اور عوامی خدمات میں ہندوستان کی عالمی کامیابیوں کو اجاگر کرتے ہوئے انیل کمار یادو نے بتایا کہ کس طرح ہندوستان کے ڈیجیٹل پبلک انفراسٹرکچر (DPI) کا بہترین استعمال کرتے ہوئے مالی شمولیت کو آگے بڑھایا عوامی خدمات کی فراہمی میں شفافیت لائی اور سرکاری اخراجات کی کارکردگی میں اضافہ کیا۔ انہوں نے کثیر الجہتی تعاون کے لیے ہندوستان کے پختہ عزم کا اعادہ کرتے ہوئے کہا کہ بین الاقوامی وعدوں کا براہ راست فائدہ عام لوگوں اور بالخصوص ترقی پذیر ممالک کی عوام کو پہونچنا چاہئے۔

SIR مہم کے متاثرین سے ملاقات کیلئے بی جے پی صدر وقت اور مقام کا تعین کریں

رام چندر راؤ کو پونم پربھاکر کا چیالنج، تلنگانہ میں 70 لاکھ ناموں کو ڈیلیٹ کرنے کا امکان

حیدرآباد۔ وزیر ٹرانسپورٹ پونم پربھاکر نے بی جے پی کے ریاستی صدر رام چندر راؤ کو چیالنج کیا کہ وہ فہرست رائے دہندگان میں ناموں کے شمولیت سے محروم افراد کو پیش کرنے کے لئے تاریخ اور وقت کا تعین کریں۔ رام چندر راؤ نے SIR مہم کے خلاف کانگریس اور دیگر اپوزیشن کے احتجاج پر تنقید کرتے ہوئے بڑے پیمانے پر ناموں کے اخراج کے الزام کو مسترد کردیا تھا۔ انہوں نے اپوزیشن قائدین کو الزامات ثابت کرنے کا چیالنج کیا۔ پونم پربھاکر نے بی جے پی ریاستی صدر کے چیالنج کو قبول کرتے ہوئے انہیں وقت اور تاریخ کا تعین کرنے کا مطالبہ کیا تاکہ فہرست سے حذف کئے گئے ناموں کے متاثرین کو پیش کیا جاسکے۔ انہوں نے رام چندر راؤ سے کہا کہ وہ کسی مقام کا تعین کریں جہاں ان کے روبرو متاثرہ خاندانوں کو پیش کیا جائے گا۔ میڈیا سے بات چیت کرتے ہوئے پونم پربھاکر نے کہا کہ راہول گاندھی نے ووٹ چوری کے بارے میں ٹھوس ثبوت عوام کے سامنے پیش کئے جس کے بعد ملک گیر سطح پر عوامی احتجاج کا آغاز ہوچکا ہے۔ ریاستی وزیر نے کہا کہ بی جے پی کے ریاستی صدر کو فہرست رائے دہندگان میں خامیوں کو درست کرتے ہوئے تلنگانہ کے لاکھوں افراد کے ناموں کی دوبارہ شمولیت کو یقینی بنانا چاہئے۔ انہوں نے رام چندر راؤ کو چیالنج کیا کہ وہ متاثرہ افراد کا سامنا کرنے کے لئے تیار رہیں جو اپنے دستاویزات کے ساتھ بی جے پی صدر کے روبرو پیش ہونے کے لئے تیار ہیں۔ پونم پربھاکر نے کہا کہ محض گرفتاریوں اور حقائق کو مسترد کرنے سے الیکشن کمیشن کا ریکارڈ تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔ الیکشن کمیشن نے تلنگانہ میں جو عبوری فہرست رائے دہندگان جاری کی ہیں۔ عبوری فہرست رائے دہندگان میں تلنگانہ کے تقریباً 90 لاکھ افراد کے نام شامل نہیں ہیں۔ الیکشن کمیشن نے نوٹس کی سماعت کے ذریعہ تقریباً 40 فیصد افراد کو اہل رائے دہندوں کے طور پر قبول کیا ہے جن کے نام قطعی فہرست میں شائع کئے جائیں گے۔ پونم پربھاکر نے SIR مہم کے دوران بڑے پیمانے پر بے قاعدگیوں کا الزام عائد کیا اور کہا کہ جان بوجھ کر ایس سی، ایس ٹی، بی سی اور اقلیتی طبقات سے وابستہ افراد کے ناموں کو حذف کیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ حیدرآباد میں تقریباً 40 لاکھ افراد کے ناموں کو حذف کیا گیا جبکہ ریاست گیر سطح پر 70 لاکھ ناموں کو ڈیلیٹ کرنے کا اندیشہ ہے۔ انہوں نے الیکشن کمیشن سے مطالبہ کیا کہ عبوری فہرست کی اجرائی کے بعد سماعت کے ذریعہ جن ناموں کو اہل قرار دیا گیا ان کی تعداد اور تفصیلات جاری کریں۔ انہوں نے کہا کہ فہرست رائے دہندگان پر نظرثانی کا کام شفافیت کے ساتھ انجام دیا جائے۔ پونم پربھاکر نے سابق نائب صدر جمہوریہ ایم وینکیا نائیڈو کے بیان پر بھی اعتراض جتایا جس میں انہوں نے SIR مہم اور الیکشن کمیشن کے موقف کی تائید کی ہے۔

چیف منسٹر ریونت ریڈی کی بتکما تہوار پر عوام کو مبارکباد

حیدرآباد۔ تلنگانہ چیف منسٹر اے ریونت ریڈی اور دیگر قائدین نے بتکما کے موقع پر عوام کو مبارکباد پیش کی۔ ریاست تلنگانہ کے مقبول ترین تہواروں میں سے ایک بتکما کا آغاز انگیلی پھولا بتکما سے کیا جاتا ہے۔ اس نو روزہ تہوار کو ریاست بھر میں انتہائی جوش وخروش کے ساتھ منایا جاتا ہے اور اس کے ذریعہ تلنگانہ کی شاندار ثقافت اور روایات کی عکاسی ہوتی ہے۔ ریونت ریڈی نے خواہش ظاہر کی کہ خواتین انگیلی بھولا بتکما سے لیکر سدولا بتکما تک جاری رہنے والے اس نو روزہ عرصہ کے دوران گیت گا کر اور ثقافتی تقریبات کا اہتمام کرکے پھولوں کے اس تہوار کو شان وشوکت سے منائیں۔ چیف منسٹر نے بتکما تہوار کی اس منفرد خصوصیت پر روشنی ڈالی کہ اس میں مختلف اقسام کے پھولوں کے ذریعہ فطرت اور دیوی گورما کی پوجا کی جاتی ہے جو ملک میں ایک امتیازی روایت ہے

ہر اہل شہری کو ملے گا ووٹ کا حق، تلنگانہ الیکشن کمیشن کی وضاحت

حیدرآباد۔ : ریاست تلنگانہ میں کسی بھی اہل شہری کو جمہوری حق یعنی ووٹر لسٹ سے محروم نہ رہنے دینے اور شفافیت کو یقینی بنانے کے پختہ عزم کے ساتھ سنٹرل الیکشن کمیشن کی ہدایت پر ایک نئی خصوصی مہم کا آغاز کیا گیا ہے۔ ریاست کے تمام 33 اضلاع میں ڈسٹرکٹ الیکشن آفیسرس کی نگرانی میں یہ مہم فیلڈ سطح پر بھرپور انداز میں چلائی جارہی ہے۔ اس خصوصی پروگرام کے تحت ریاست بھر کے 36,353 پولنگ بوتھس پر خصوصی کیمپس کا اہتمام کیا گیا ہے۔ جہاں انتخابی عملہ نئے ووٹرس کے اندراج، لاپتہ یا حذف شدہ ناموں کی تصحیح، پتہ و تفصیلات کی تبدیلی اور ہر اہل فرد کو فہرست میں شامل کرنے کے لیے مربوط انداز میں کام کررہا ہے۔ ووٹرلسٹوں سے متعلق حال ہی میں پیدا ہونے والے خدشات، شکوک وشبہات اور شکایات کا بروقت ازالہ کرنے کے لیے الیکشن کمیشن نے ایک آسان اور وسیع ترین نظام قائم کیا ہے۔ عوام اپنے متعلقہ دائرہ اختیار کے تحت مختلف عہدیداروں سے بلا جھجک براہ راست رابطہ قائم کرکے اپنی درخواست یا شکایت درج کراسکتے ہیں۔ 36,353 بوتھ لیول آفیسرس 892 اسسٹنٹ الیکٹورل رجسٹریشن آفیسرس 119 الیکٹورل رجسٹریشن آفیسرس، 33 ڈسٹرکٹ الیکشن آفیسرس شکوک وشبہات کو دور کریں گے۔ تلنگانہ کے چیف الیکٹورل آفیسر کے دفتر نے ریاست کے تمام شہریوں بالخصوص 18 سال کی عمر مکمل کرنے والے نوجوانوں سے اپیل کی ہے کہ وہ اس خصوصی مہم کا زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں۔ واضح کیا گیا ہے کہ انتخابی مشنری مکمل غیر جانبداری اور عزم کے ساتھ اس بات کو یقینی بنانے میں مصروف ہے کہ کوئی بھی حقدار ووٹرلسٹ میں شامل ہونے سے نہ چھوٹ جائے۔

Editor Printer, Publisher & Owner by MOHD ATHER RAHEEM Published from FALAKNUMA NEWS Urdu Weekly 19-4-276/5/A
Flat No 502.5th Floor Lakeview Residency,Baquar Nagar,BNK Colony,Miralam Tank Hyderabad 500 064. Printed at RIYAZ PRINTING PRESS
#22-8-161 Behind Nayaab Hotel Chatta Bazar,Hyderabad-500002 Telangana.Head Office Contact No.04045375318,www.falaknumanews.in